صدائے ناتمام

(مجموعۂ کلام)

مسیحا بیچ میں چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں
تعجب ہے لیئے سب ایک ہی آزار بیٹھے ہیں

آر۔ بانو (رحیم بانو)

تاریخ وسنِ اشاعت : ۱۵/اگست ۲۰۰۱
تعداد صفحات : ۱۲۶
تعداد اشاعت : ۵۰۰
قیمت : ۸۰ روپے
کتابت : سید انور احمد
طباعت : اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدرآباد
ناشر : آر۔ بانو

ملنے کے پتے

مصطفےٰ خاں

- مصنفہ ۔ آر بانو معرفت غلام مرتضیٰ ۱۲/۸/۳۷-۲-۱۲ مراد نگر مہدی پٹنم حیدرآباد
- حسامی بک ڈپو ۔ چار کمان ۔ پتھر گٹی حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲



آر۔ بانو

رحیم بانو

اِنتساب

اپنے شفیق ماموں
جناب لطیف خاں وکیل مرحوم
کے نام

آر۔ بانو

ترتیب و تزئین

نظمیں

محفلِ خواتین کی میر

حافظ، سعدی اور غالب کی چلتی پھرتی شرح کو "قارئین" آر۔ بانو کے نام سے جانتے ہیں اور میں رحیم بانو کے نام سے اُس وقت سے جانتی ہوں جب میں گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول جینی علم میں آٹھویں جماعت کی طالبہ تھی اور رحیم آپا اُس اسکول میں اردو اور حساب کے مضامین پڑھایا کرتی تھیں۔ بی۔ ایڈ کرنے کے بعد میرا تقرر منہاج الشرقیہ ہائی اسکول (موجودہ درشہوار گرلز ہائی اسکول) پر ہوا تو آپا بھی وہاں ٹیچر تھیں بعد میں پتہ چلا کہ بارہ سال کی عمر میں وہ ٹیچر بن گئی تھیں۔ سرکاری ملازمت کی میعاد چھبیس سال مکمل ہونے پر وہ وظیفہ پر سبکدوش ہو گئیں تھیں مگر عمر کے پچپن سال ہونے کے لئے ابھی کئی سال باقی تھے چنانچہ اُس خانگی اسکول کے نظامیہ نے ان کی علمیت اور خدمات سے مستفید ہونے کے لئے دوبارہ ان کا تقرر کیا تھا۔

رحیم آپا کا گھر میرے گھر سے قریب تھا اس لئے ہم رات کے

ایک ہی رکشا میں "ہم رکاب و ہم نشین" بن گئے۔ اگر یہ ہم نشینی نہ ملتی تو میں رحیم آپا کی علمیت، خلوص، شفقت، ہمدردی اور پیار بھری ڈانٹ سے محروم ہو جاتی۔

پریم چند نے اپنی کہانی "پنچایت" میں لکھا ہے کہ دوستی کے لئے ہم پیالہ یا ہم نوالہ ہونے سے زیادہ ہم خیال ہونا ضروری ہے میں اس میں تھوڑا اضافہ یوں کروں گی کہ دوستی کے لئے ہم عمر ہونا بھی ضروری نہیں ہے ہم ذوق ہونا ہی کافی ہوتا ہے اسی ہم خیالی اور ہم ذوقی نے ہم کو "پکا دوست" بنا دیا۔ چونکہ اسکول کا راستہ گھر سے تقریباً بیس منٹ کا تھا اس لئے رکشا میں آنے جانے ادبی محفل جمتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رحیم آپا کے "ادبی اسرار" آہستہ آہستہ مجھ پر ظاہر ہونے لگے۔ فارسی اور عربی پر عبور حاصل تھا اور اردو تو ان کے گھر کی زبان تھی۔ ان دنوں بھی وہ مضامین لکھا کرتی تھیں اور شاعری سے تو فطری لگاؤ تھا آپا کے ساتھ میری یہ ہم نشینی مجھے "مخمل میں ٹاٹ کا پیوند" لگی تھی مگر وہ ہمیشہ میری ہمت افزائی کرتیں اور کہتیں۔

"خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو"

وقت گزرتا رہا۔ مجھے سرکاری ملازمت مل گئی تو میں نے اس خانگی اسکول کو استعفیٰ دے دیا۔ مگر دو دیوانوں کی دیوانگی بذریعہ خط و کتابت آج بھی قائم ہے اکثر فون پر بھی بات ہوتی رہتی ہے۔

۱۹۷۸ء میں محترمہ بانو طاہرہ سعید سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے محفلِ خواتین کی ممبر بننے اور شرکت کرنے کی ترغیب دی۔ چار ماہ شرکت کرنے کے بعد میں نے سوچا "ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے"۔ میں نے رحیم آپا کو بھی محفلِ خواتین کی ممبر بنا دیا۔ دو سال تک ہم دونوں پابندی سے شرکت کرتے رہے۔ اس کے بعد ملازمت کے سلسلے میں دور دراز اسکولوں پر تبادلے اور ذمہ داریوں کے سبب میں "محفلِ خواتین" سے ایک عرصے تک غائب رہی مگر رحیم آپا پابندی سے شرکت کرتی رہیں۔ ان کے کلام سے "محفلِ خواتین" کو ان کی علمیت اور عظمت کا اندازہ ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ رحیم آپا نے اپنی فطری سادگی، انکساری، خلوص، اخلاق اور شفقت جیسی صفات سے محفلِ خواتین کی بیشتر خواتین کے دلوں میں عزت و وقار کے ساتھ اپنی جگہ بنالی۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ صاحبِ کمال اور دانشورانِ فکر و فن زمانے کی بے اعتنائی کا شکار ہو جاتے ہیں جب بیدار ہوتے ہیں تو بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے گو عمر کے آخری دنوں میں "نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پرواہ" ہوتی ہے مگر قدر شناسی سے دل کو کچھ ایسی تسلی ہوتی ہے کہ جسم میں کچھ آری سی بڑھ جاتی ہیں۔

مجھے یہ لکھتے ہوئے دلی مسرت ہے کہ "محفلِ خواتین" نے رحیم آپا کا تہنیتی جلسہ بتاریخ ۱۳ اگست ۱۹۹۵ء کو منعقد کر کے اپنے

خلوص و عقیدت کا اظہار کیا۔ ان کی قدر و منزلت پہچانی۔ خصوصاً محترمہ سلطانہ شرف الدین، عزیزہ استاد صبا، مظفر استاد ناز اور فاطمہ تاج لائقِ ستائش بھی ہیں اور مبارکباد کے مستحق بھی جن کی کوششوں سے یہ تقریب ممکن ہوئی اور بقول رحیم آپا "محفلِ خواتین نے بجھتی ہوئی چراغِ سحری کی لاج رکھ لی"

۱۹۹۸ء سے میری کوشش تھی کہ رحیم آپا کا کلام چھپ جائے مگر وہ ہمیشہ یہ کہہ کر ٹالتی رہیں کہ "میرا بیشتر کلام خانہ بدوشی میں تلف ہو گیا ہے اب غزلیات کہاں ہیں بس فضولیات ہیں" آخر میں نے جناب صلاح الدین نیر صاحب سے مشورہ کیا۔ موصوف نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کام میں دلچسپی لی اور یہ تخلیقات پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی لے لی۔ اس کے لئے میں موصوف کی بے حد مشکور ہوں۔

رحیم آپا نے تمام اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ جیسے حمد، نعت، غزل، نظم، رباعی، قطعہ، مثنوی وغیرہ۔ غزلیات اور نظموں میں اکثر اشعار مذہبی تعلیمات و ہدایات سے بھرپور ہیں۔ وہ ہر مسلمان کو مومن کے روپ میں دیکھنے کی آرزومند ہیں نظموں میں سیاسی قائدین کی بے حسی، ان کی کوتاہیاں، وعدہ خلافیاں، خود غرضی اور مکاریوں پر بھرپور چوٹیں ہیں تیکھی نظمیں "محفلِ خواتین" کی خاتون شعراء کے مجموعۂ کلام کی رسمِ اجراء پر ہیں۔ اردو کی مشہور ادیبہ جیلانی بانو صاحبہ

اور مشہور سماجی کارکن محترمہ روڈا مستری کو بھی اپنے کلام کے ذریعہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ مجموعۂ کلام، شاعری کا ذوق رکھنے والے قارئین میں لائقِ تحسین و مقبول ہوگا۔

آخر میں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے پوچھے گا کہ "اردو زبان کی تم نے کیا خدمت کی؟ تو میں اپنی نا اہلیت کا اعتراف کرلوں گی مگر اپنی نجات کے لئے ایک بات ضرور اللہ تعالیٰ کے گوش گزار کروں گی کہ "واقعی میں نے اردو زبان کی کوئی خدمت نہیں کی۔ بس ایک کام یہ کیا کہ آر۔ بانو کو محفلِ خواتین میں پہنچا آئی ہوں۔

کچھ دن پہلے رحیم آپا سے ان کے گھر (موتی دروازہ قلعہ گولکنڈہ کے قریب) پر ملاقات ہوئی تھی۔ تقریباً ان کی ننانوے فی صد گفتگو سلیمان اریب مرحوم کے اس شعر کی عکاسی کرتی تھیں کہ ؎

گزر رہا ہوں، مسلسل کچھ ایسے عالم سے
حیات دے کے مجھے جیسے کوئی بھول گیا

میں اور "محفلِ خواتین" کی تمام اراکین دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں صحت و عافیت کے ساتھ سنچری، ناٹ آوٹ رکھے آمین!

عابدہ محبوب

(محترمہ آر۔ بانو کلا تہنیتی جلسے جو ۳۰ راگست ۱۹۹۵ء کو محفلِ خواتین کے زیرِ اہتمام ہوا تھا۔ پڑھا گیا)

شمعِ منوّر

کتنا مبارک نام ہے یٰسین بانو جن کی زندگی کے ساتھی بھی اللہ کے پیارے ہی تھے۔ اللہ یار خان ناجی۔ ان دونوں نے مل جل کر بس ایک ننھی کلی کو جنم دیا۔

گھر میں علم کا شوق تو ادب کا ذوق۔ ایسی آغوش کیا کچھ روشنی نچھاور نہیں کر سکتی تھی لیکن وہ صاحب تو اللہ کے دوست تھے عین جوانی یعنی چھبیس ستائیس سال کی عمر میں اللہ کی رحمت سے جا ملے اور وہ مبارک خاتون عالمِ شباب میں اپنی ننھی کلی کے ساتھ رہ گئیں جو ابھی صرف ڈیڑھ سال کی عمر پائی تھی۔ اُن خاتون کے نہ خود ماں باپ تھے نہ ساس سسر نہ کوئی اور تسلی دینے والے۔ صرف ایک بھائی تھے سمجھدار و باہمت۔ انہوں نے ہی کفالت کی اور کیا لاجواب بات کہی۔ "یٰسینہ! گھبراؤ نہیں میں تمہاری اس ننھی سی بیٹی کو ان شاء اللہ بیٹا بنا دوں گا۔" اُس مردِ صادق نے اللہ رحیم و کریم کی مدد سے اس کلی کو نسیم بانو ہی رکھا لیکن زندگی

کے میدان میں مردِ مجاہد بنا دیا اور جو کہا وہ کر دکھایا۔ وہ خود دانا و فریس تھے اس لئے اس ننھی کلی کے انگوٹھا چوستے اور پاؤں پاؤں چلنے کی عمر سے ہی بوند بوند علم و دانش اس کے سینے میں اتارنا شروع کیا۔

پانچ برس کا سن وہ گھر سے قدم نکالیں تو مدرسے پہنچیں اور باقاعدہ درس کی ابتدا ہوئی۔ درس کے ساتھ ساتھ اس کچی عمر سے ہی فراست کا اور ہوشیاری کا آغاز ہوا۔ وہ سمجھداری جو فطرت میں رچی بسی تھی وہ سنورنے نکھرنے لگی۔ مغربی علوم سے زیادہ مشرقی علوم نے ان میں نکھار پیدا کیا۔ پرائمری تعلیم سال بہ سال ختم کیں اور ختم کرتے ہی ماموں جان کی ہدایت کے مطابق جونیئر ٹیچرز ٹریننگ کرنے گئیں۔ دوران ٹریننگ جب انسپکٹریس آجاتیں تو پہلے پوچھتیں "وہ ٹریننگ کا BABY کہاں ہے!" اور BABY اس وقت اپنے کسی نہ کسی کام میں مصروف نظر آیا کرتی۔

بیسویں صدی کا پہلا دہا ختم ہو کر دوسرا دہا شروع ہوا تھا انہی دنوں ننھی کلی نے اس دنیا میں آنکھیں کھولی تھیں اور سورج کی کرنیں اور چندا کی چاندنی دیکھی تھی اور جیسے جیسے زمین اپنی گردش کے ماہ و سال مکمل کرتی گئی یہ وجود جس کو ابھی آنکھ مچولی کھیلنا تھا اور گڑیا کی شادی رچانا تھا اپنی نت نئی کتابوں سے رشتہ جوڑنا شروع کیا۔ باپ کے سائے سے محروم یہ ننھا وجود ماں کی آغوش اور شفیق

ماموں کی توجہ کے ساتھ قدم بہ قدم، منزل بہ منزل آگے بڑھنے لگا۔

نازک و دبلا پتلا سراپا، اونچا قد، گورا رنگ، ستواں ناک، نازک سے لب اور دو سبز چراغوں سے عیاں ہوتی۔ محبت یہیں سے جھلکتی، رعب انہی سے ظاہر ہوتا۔ ابھی تو عمر ہی کم تھی جب زندگی کے میدان میں آئیں تو ان آنکھوں کے چراغوں سے بہت سارے کام لئے گئے۔

بارہ برس کا سن ان کی زندگی میں بے حد اہم رہا۔ کبھی دلربا کہانی ہے اس کم سنی کی۔ عمر کی بارھویں منزل میں انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم کے ساتھ ابتدائی ٹیچر ٹریننگ مکمل کی اور اس تکمیل کے ساتھ یہ بارہ برس کی نازک اندام لڑکی اسکول ٹیچر بنی۔ اسی دوران یہ کلی پھول بنی۔ اسی عمر میں اس کی شادی ہوئی۔ ولی محمد خان نے بنتِ عم پر اپنے حق کو استعمال کیا اور یہ اپنی اماں اور ماموں کے سایۂ عاطفت سے اٹھا کر ولی محمد خان کے باغِ زندگی میں سجادی گئی۔ اسی بارہ برس کی عمر میں ان کے ادبی ذوق کا اظہار ہوا اور ان کی شاعرانہ ذہنیت بیدار ہونے لگی۔ مانجھے اور شادی کے شادیانوں میں گائی گئی غزلیات کو انھوں نے نہ صرف اشتیاق سے سنا بلکہ گھونگھٹ کی اوٹ میں ان غزلیات کو کاغذ کے پرزوں پر لکھ کر پلنگ کی رنگین نواڑ میں چھپادیا اور ان پرزوں کے مطالعے سے اپنے ذوقِ شعر کی تسکین کی۔

نئے گھر میں سب کچھ نیا تھا۔ رہنا سہنا، طور طریقے پھر نئی نئی گھریلو ذمہ داریاں لیکن تدریس کا کام تو وہ ساتھ لے کر آئی تھیں وہ جاری رہا۔

مصروفیات جو کچھ بھی ہوں اُن سے نمٹنا اور پھر تیار ہو کر کاچیگوڑہ اسکول کی راہ لینا۔ برسہا برس تک قائم رہا۔ شعر و ادب کا شوق ان کی اماں کے قول کے مطابق انھیں اپنے والد سے ورثے میں ملا تھا لیکن ان کے روز روز کے مطالعے نے اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ اس زمانے میں ادبیاتِ عالیہ میں شیخ مصلح الدین سعدی کی گلستان اور بوستان پڑھنا تعلیم کا معیار سمجھے جاتے تھے لہذا یہ بھی پڑھیں اور اس طرح پڑھیں کہ گلستان کی ہر داستان، ہر واقعہ، ہر کہانی از بر اور بوستان کا ہر شعر نوکِ زبان پر۔ دورانِ تدریس یہ اپنے شاگردوں کو یہ کہانیاں ایسے دلنشین انداز میں سناتیں جس سے ان کو اخلاقی درس بھی ملتے رہیں اور ذہن کے لئے فکر کے کئی راستے بھی کھلتے جائیں۔ پھر ان کہانیوں کے ساتھ حافظ شیرازی کے اشعار کی چاشنی ہوتی۔ وہ تو تھے ہی "لسان الغیب" جن کی زبان سے ایسے نکات کا اظہار ہوتا جو صرف کسی صاحبِ فکر کا حصہ ہو اس طرح حافظ کے علم و عرفان کو یہ تو خود جذب کرتی ہی تھیں اور ساتھ میں اپنے طالبعلموں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش میں بھی رہا کرتیں۔ فارسی زبان کے درس کسی نے انھیں مسلسل دیئے نہیں محض زبانِ دوم کی حیثیت سے یہ خود پڑھی تھیں لیکن اپنے شوق اور دلچسپی کی بناء پر اس طرح سیکھا اور برتا جیسے یہ انکی مادری زبان ہو اور اسی سبب ساری سروس کے دوران ان سے اردو اور فارسی کی ہی تدریس کروائی گئی۔ اگرچہ موقع کے لحاظ سے یہ کبھی ریاضی بھی پڑھاتیں۔ اپنے مطالعے کے ساتھ ساتھ

یہ اردو ادب کی پرستار بنتی گئیں۔ ان کے اردو ادب کے مطالعے کا سفر منشی پریم چند کی کہانیوں سے شروع ہو کر کرشن چندر کے افسانوں تک پہنچا پھر عبد الحلیم شرر کی ناولوں اور نیاز فتحپوری کی عالمانہ تصانیف تک رسائی ہوئی۔ خواجہ احمد عباس، حجاب امتیاز علی، راجندر سنگھ بیدی سے لے کر جیلانی بانو کو زیر مطالعہ رکھا۔ ان کے مطالعہ کا وقت عموماً وہ ہوتا ہے جبکہ یہ ہر صبح اسکول کے لئے روانہ ہوتیں اور اس سفر کی تکمیل کے لئے پورا ایک گھنٹہ درکار ہوتا اور اسی کو غنیمت جان کر یہ اپنے مطالعے کے شوق کو پورا کرتیں۔ شعر و ادب کے مطالعے سے اس نوعمر طالبہ یا ٹیچر میں وقت سے بہت پہلے ذہن میں پختگی، شعور میں سنجیدگی اور حافظے میں مضبوطی ایسی آنے لگی جیسے کوئی آبشار کسی اونچی پہاڑی سے جل برساتا، ٹھنڈک پہنچاتا اور نور پھیلاتا جارہا ہو اور درمیان میں آنے والا ہر خطۂ زمین اور ہر متلاشی انسان اس سے سیراب ہو رہا ہو۔

ان کے ولی و نگہبان اور شوہر مہربان ولی محمد خان ایک پڑھے لکھے کھلاڑی تھے نامور فٹبال کھلاڑی۔ لیکن انہوں نے زندگی کو کھیل ہی سمجھا۔ کھیل ہمیشہ ان کے مطمح نظر رہا اور شریک زندگی کے وہ شریک علم و ادب نہ بن سکے۔ ان کی زندگی وفا نہ کی اور وہ شریک زندگی کو شریک غم و اندوہ کر گئے۔ اب یہ نوعمر معلمہ تن تنہا اپنی زندگی کی ناؤ کھیتی رہی اور علم سے اپنا رشتہ جوڑے رکھیں۔ مطالعے سے جو بھی علم حاصل ہوتا اس کو اپنے طالبعلموں میں دریا دلی سے بانٹ دیتیں۔ ملنے ملانے والوں سے علم و ادب

بہ شعر و شاعری پر سیر حاصل تبصرے ہوتے۔ نثر سے زیادہ ان کی دلچسپی نظم اور شعر سے رہی جس کے لئے انہوں نے مشہور شعراء کے دیوان کھنگال ڈالے۔ غالب کے سینکڑوں اشعار نوکِ زبان ہوتے۔ نہ میر کو بھولیں نہ اقبال کو چھوڑیں۔ اقبال کے کلام کے لئے تو وہ شاعری جز و یست از پیغمبری کی قائل تھیں اور خود موصوفہ کے بارے میں عام خیال ہو تا کہ تدریس جز و یست از فلاطون۔ وہ اپنے دور کے سبھی مؤلفین اور مصنفین کو پڑھ ڈالیں اور دورانِ تدریس برموقع واقعات، مقولے، محاورے سمجھائے جاتے اور اشعار کا کیا ذکر وہ تو اس طرح برموقع سناتیں کہ گویا شاعر نے اسی موقع کے لئے وہ شعر کہا ہو۔ سینکڑوں اچھے اشعار حافظے میں پوری صحت کے ساتھ محفوظ بلکہ ایک ہی موضوع پر ایک ہی مفہوم کے اشعار مختلف شعراء کے سنادیں گی۔ پھر مشاعرہ چاہے مقامی ہو یا کل ہند ہو ریڈیو پر ہو یا کسی محفل میں ہو یہ ہر دشواری کو پار کر کے اس محفل میں پہنچ جائیں گی پھر کسی صاحبِ ذوق دوست کو بھی ساتھ رکھیں گی۔ تاکہ شعر سننے کا پورا لطف آئے۔ ساتھ میں نوٹ بک اور قلم بھی رکھیں گی تاکہ اچھے اشعار نوٹ کرلیں۔ فارسی اور اردو زبان پر تو ان کی حکمرانی تھی ہی عربی زبان پر بھی دین کے ذریعے سے ان کی رسائی ہو گئی۔ اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے لے کر مولانا مودودی کی تفہیم القرآن کو آبِ زمزم کی طرح حلق سے اتارلیں اور عربی زبان و بیان کی نزاکتوں اور ترکیبوں پر ایسی توجہ دیں کہ کتنوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیں۔ کوئی ملحد بھی کو

یہ سوچیں گا کہ ایسی کم عمر لڑکی ٹیچر بن کر کیا رعب رکھتی ہوں گی لیکن یہ نہ قابلِ غور بات ہے کہ علم حاصل کرنے کے ساتھ جب علم عطا کرنے کا وقت آیا تو یہ اپنے تن من دھن سے اس طرف لگ گئیں تب یہ آنکھوں کے چراغ اور زیادہ روشن ہو گئے۔ اپنے ہر جذبے کا اظہار انہی سے کرنے لگیں۔ زبان خاموش لیکن انکی آنکھیں غصہ ہو، خفگی ہو یا ناراضگی ہو یا پھر محبت نچھاور کریں گی تو انہی دو آبشاروں سے۔ یہ نہ صرف خوبصورت شعر اور اچھے مضامین کی دلدادہ رہیں گی بلکہ اچھے ذہن اور اچھی صورت کی شاگردوں پر بھی محبت بھری نظریں ڈالیں گی۔ سچ تو یہ ہے کہ جن کی نگاہوں میں خود حسن ہو ان کو بھی کچھ حسین چاہیئے۔ دورانِ تدریس کسی کو پڑھائی یا لکھائی میں غلطیاں کرتے پائیں اور ان کی نگاہیں اُٹھ گئیں اور وہ منجمد ہو کر رہ گیا پھر نظریں ملانے کی ہمت نہ رہی۔ نہایت صاف اور بلند آواز میں غلطیاں واضح کریں گی، آئندہ احتیاط کرنے نصب کا لیکچر دیں گی۔ کیسا تجربہ ہوتا ہوگا طالبعلموں کو کہ اپنی ہم عمر ٹیچر سے علم حاصل کریں۔ کسی اجنبی کو یہ شناخت کرنا مشکل ہو جاتا کہ طالبعلم کون ہے اور معلم کون ہے؟ عمروں کا کوئی خاص تفاوت نہیں۔ یہ بچیوں میں بچی، لڑکیوں میں لڑکی۔ کبھی ایسا بھی تو ہوا ہوگا کہ کسی شاگرد کے دل میں ایسی خواہش پیدا ہوئی ہو گی کہ پوچھ لیں ـــــ "آؤ چلو کچھ دیر کھیل آئیں" لیکن یہ خام خیال ہوتا۔ سبز آنکھوں کی روشنی کا رعب، کھیلنے جانے کا تصوّر ہی غائب ہو جاتا اور طالبعلم کی نظریں کتاب پر جمی کی جمی رہ جاتیں۔ نگاہوں کے رعب اور زبان

کے زور سے تدریس کا کام تو ہونا ہی تھا اور جب مشکل باتوں کو تحریر کے ذریعہ سمجھانا ہوتا تو ان کی پتلی باریک خوبصورت انگلیاں بلیک بورڈ پر نہایت خوش خط تحریر بکھیر دیتیں اور تحریر نہ ہوتی گویا نقش و نگار ہوتے۔ مغل بادشاہوں کے دربار کے یاقوت اور ریحان کے جو خطاطی کے بیل بوٹے بنانے میں ماہر تھے ان کے نازک سراپا کو دیکھ کر کوئی سمجھے کہ یہ کیا ڈرائیں گی، دھمکائیں گی۔ لیکن آواز متزنم ہوتے ہوئے بھی ایسا رعب ایسی متانت کہ آواز کی گونج پر ہی طالبعلم ہر بات بھول کر ان کی آواز پر متوجہ ہو جاتے۔ وقت کی بیحد پابند رہیں۔ بات کی سچی اور وعدے کی پکی۔ طبیعت میں خود داری مزاج میں شائستگی اور حد درجے نفاست پسندی۔ لباس بہت ہی پاک اور صاف۔ ہمیشہ سفید جارجیٹ کی ساڑی، سفید سائن کا بلاؤز زیب تن ہوتا۔ چہرے پر ہلکا پاؤڈر کا غبار اور لباس سے عطر کی بھینی بھینی خوشبو مہکتی رہتی۔ لبوں پر غیر محسوس مسکراہٹ اور آنکھیں ہر جذبے کی ترجمان۔ چال بہت سیدھی اور تیز ہوتی کہیں رکاوٹ نہیں بس اپنی منزل پر پہنچ کر ہی رہیں گی۔ ان کی رہائش کا مقام بھی بے حد صاف ستھرا ہوتا۔ ایک بار ان کی ایک خادمہ نے بتایا کہ ان کے گھر میں چلو پھرو تو پاؤں کو کنکر نہ لگے۔ بس صاف ستھرا، ہر چیز اجلی میل کچیل سے دور ستھرے پانی کی طرح۔ اسکول کے زمانے میں کبھی انھیں لنچ کھاتے دیکھا شائستگی سے لقمہ اُٹھائیں گی ہلکے سے لب کھولیں گے اور پھر لبوں کے دروازے بند۔ بغیر آواز کئے لقمہ چبائیں گی اور وقت کو ملحوظ

رکھتے ہوئے کھانا جلد ختم کریں گی۔ صابن سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ صاف کریں گی اور اپنے اٹیچی کیس سے تولیہ نکال کر ہاتھ منہ صاف کریں گی اور الائچی کی ہلکی ہلکی مہک اطراف میں پھیلاتے ہوئے کلاس روم کا رخ کریں گی گفتگو میں ہمیشہ اچھی اور صاف صحیح اردو بولیں گی اور اپنے مخاطب سے بھی متوقع رہیں گی کہ وہ بھی صحیح اردو بولے۔ ان کی طالبات کبھی فیل نہیں ہوتی تھیں ایک تو یہ کہ یہ ہر سبق اچھی طرح ذہن نشین کرا دیتیں، دوسرے ان کی شخصیت کا رعب ہوتا کہ طالبعلم پوری طرح روزانہ اسباق کی تیاری کر کے آنا اور امتحان کے دوران بھی غفلت نہ کرنا۔

ان کے خود کے علم کی کیا بات کریں جو بارہ برس کی عمر سے غم دوران اور فکر روزگار میں لگ جائے لیکن انہوں نے سروس کے دوران ہی خاموشی سے اپنے علم میں اضافے کی ٹھانی۔ پہلے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر انٹرمیڈیٹ کیا، ٹیچرز ٹریننگ کی۔ بی اے کا امتحان دیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی پھر بھی انہیں احساس رہا کہ غم دوران نے انہیں اعلیٰ تعلیم کا موقع دیا نہ ادب کی خدمت کا۔ لیکن وہ کیا جانیں کہ وہ علم کا کیسا سمندر رہیں اور شعر و ادب کا کیسا خزانہ ہیں کہ اس سمندر کی تہہ میں موتی ہی موتی بکھرے ہیں اور ان کے خزانۂ علم سے مالا مال ان کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد آج کئی ملکوں میں پھیلے ہوئے بہترین روزگار سے لگے ہوئے ہیں کوئی کتنی ہی ڈگریاں لے لیں لیکن اس منبعٔ علم تک پہنچنا ان کے لئے دشوار ہو۔ کسی ایک رخ پر تو کوئی کمال حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ

جیسی مجموعہ کمال ہیں اس کو حاصل کرنا معراج ہوگی۔
شاعرانہ ذہن رکھتے ہوئے کبھی مشقِ سخن کرنے کی زندگی نے فرصت نہیں دی لیکن کبھی کسی خاص جذبے سے متاثر ہوکر انھوں نے کوئی شعر موزوں کر دیا۔ کوئی قطعہ، کوئی نظم یا غزل لکھ دی اور جب کسی ادبی محفل میں سنانے کھڑی ہوئیں تو پہلے ہی سب کو وہ اقف کرا دیا: "میں کوئی باقاعدہ شاعر نہیں ہوں بس وقتی جذبے سے متاثر ہوکر چند اشعار گوش گذار کر رہی ہوں۔" اور جب اشعار سن کر سبھوں نے حیرت کا اظہار کیا تو ڈاکٹر زینت ساجدہ جو شریکِ محفل تھیں کہنے لگیں "آپ موقتی شاعرہ ہو کر اتنا بلند کلام پیش کی ہیں اور باقاعدہ شاعرہ ہوتیں تو کیا ہوتا؟" یہ تب بھی اپنی کم مائیگی کا اظہار ہی کیں۔ وہ تدریس میں نہ صرف سرکاری خدمت مکمل کیں بلکہ اس کے بعد کئی سال تدریس کے لئے شہر کے غیر سرکاری اداروں سے عرصے تک منسلک رہیں۔ ترقیاں بھی ملیں۔ ہیڈ مسٹریس کے فرائض بھی انجام دیں اور اسکول انسپکٹرس بھی بنیں لیکن ان عہدوں کو کبھی خاطر میں نہیں لائیں صرف اس بات پر توجہ دیں کہ ان کی طالبات خالی ہاتھ آتی ہیں تو اسکول سے جاتی ہوئی وہ بھرے برتن کی طرح ہوں۔ علم بھی سیکھیں، اخلاق بھی سیکھیں اور ادب کو ہاتھ سے جانے نہ دیں بڑھتی عمر کے زمانے میں حرم کا رُخ بھی کیا اور وہاں کی عبادات کی سعادت بھی پائیں۔ وقت کی سختی سے پابندی تو ہوتی تھی دینؐ کے احکام

کی بھی پابند ہو گئیں ۔ نہ نمازیں چھوڑیں نہ روزے نہ ہی تلاوت بھولیں اور قرآن کا مطالعہ اس طرح جاری رکھیں کہ زبان کی خوبیاں اور ترکیبیں بھی سمجھنے لگیں ۔ عمر کے ساتھ طبیعت کا وہ رعب و داب کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ رحمدلی اور محبتوں نے لے لی ۔ ہر ملاقاتی سے محبت، قوم سے محبت، انسانیت سے محبت، ان کی محبت آفاقیت اختیار کرنے لگی کسی محفل میں پہنچ جائیں تو ان کی محبتوں کا جواب دینے قدم قدم پر کوئی آجاتا اپنی عقیدت کا اظہار کرتا، مصافحے ہوتے پیر دلکش باتیں کرتیں، کوئی اچھا سا باموقع شعر گوش گذار کرتیں، کوئی تحفہ بھی پیش کرتیں اور سب سے آخر میں اپنی پرس سے خوشبودار چھالیہ پیش کرتیں اور ان کا مخاطب ان کی ذات کی خوشبو کی لپیٹوں میں گم ہو جاتا اور اس مختصر ملاقات کی یادوں کو ذہن میں محفوظ کر لیتا ۔ بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی یہ جب بھی موقع مل جائے فون پر خیریت پوچھیں گی اور پھر پیارے پیارے خط لکھ کر پوسٹ کریں گی جو خط کم اور ادبی شہ پارے زیادہ ہوتے ۔ بات بات پر شعر نہایت باموقع استعمال میں لاتیں ۔ خط تو تمام ہو جاتا اور باتیں باقی رہ جاتیں ۔

انھوں نے کبھی ظاہر نہیں کیا لیکن ان کے اندر ایک بہترین ادیب اور تخلیق کار بننے یا شعر موزوں کرنے کی ہر صلاحیت موجود تھی لیکن ان کی یہ صلاحیتیں حالات زمانہ کے لحاظ سے ان کے اندر دبی رہیں اور

اظہار کا موقع پانے تک کافی دیر لگی۔ ادبی محفلوں میں احباب کے اصرار پر انہوں نے وقتاً فوقتاً کرسیٔ صدارت کو بھی رونق بخشی اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا۔ اب عمر کے آٹھویں دہے کو مکمل کر چکیں تو صحت نے ان کے شوق میں رکاوٹ ڈالنا شروع کیا لیکن ان کا عزم ان کا شوقِ علم جوان ہے اور سدا جوان و توانا ہی رہے گا۔ اپنی سینکڑوں شاگردوں کو یہ اپنی اولادِ معنوی سمجھتی ہیں اور یہی جذبہ ان کے قلب کو تسکین پہنچاتا ہے کہ اللہ اولاد سے محروم رکھا تو کوئی شکایت نہیں ہزاروں کی تعداد میں اولادِ معنوی دے دیا اور صدہا دوست احباب ملاقاتی بھی ان کے اطراف جمع ہو گئے۔ کوئی کیسے لکھے ان کی داستانِ علم و حکمت، مروت و محبت۔ ان کے خلوص و محبت کی روشنی، ان کے علم و عرفان کا نور پھیلا ہی رہے گا۔ عقیدت کا صرف ایک شعر ان کی نذر ہے۔

کبھی شاخِ طوبیٰ جو دیکھ لوں لکھے شوق اس کو قلم کروں
سرِ نامہ فرطِ نشاط سے تیرا نام اس سے رقم کروں

ایک شاگرد۔ ایک بیٹی
ایک چاہنے والی عقیدت مند

عنبر بز قادر (لیکچرر فارسی ویمنز کالج)
مقیم آسٹریلیا

بانو آپا

نگاہ تیری بلند اور تو وسیع مشرب
ترے مزاج سے انسانیت کو درس ملا

بانو آپا کی شخصیت اور اندازِ تحریر پر پھر قلم اٹھا رہی ہوں اس سے قبل اخبارِ سیاست میں مختصر تعارف لکھ چکی ہوں جب سے اب تک کا زمانہ یوں گزرا کہ میں ان سے رفتہ رفتہ قریب تر ہوتی گئی۔ ان کی ذاتِ والا صفات نے اپنے خلوص و محبت کی سحر انگیزی سے مجھے اپنا اسیر بنا لیا ہے

بانو آپا نے اپنے نام رحیم بانو کو مختصر کر کے "آر۔ بانو" کے قلمی نام سے لکھنا شروع کیا وہ اردو کی کہنہ مشق شاعرہ اور نثر نگار ہیں نام کے اختصار میں اپنے تخلص کو بھی سمو لیا ہے۔

تقریباً دس سال سے بانو آپا سے میری خط و کتابت ہے ان کا تعارف غائبانہ میرے بھائی جان نے کروایا تھا کیونکہ وہ اور میں اخبارِ سیاست میں مضامین لکھا کرتے تھے پھر ایک شادی کی تقریب میں عزیزہ عبدالغفار نے ان کا باضابطہ تعارف کروایا۔ بانو آپا نے بتایا کہ وہ بھی سیاست میں میرے مضامین بہ صد شوق پڑھا کرتیں اور ملاقات کی منتظر تھیں۔ ظاہر ہے یہ

ملاقات میرے لئے بہت ہی پُر مسرت اور متاثر کن تھی اس طرح انہوں نے مجھے اپنی زلفِ گرہ گیر میں پھانس لیا۔ اس کے بعد اس شکنجے سے خلاصی مشکل ہے لیکن یہ قیدِ محبت ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

بانو آپا کم سنی سے ہی محکمۂ تعلیمات سے منسلک ہو کر معلمہ کے فرائض انجام دینے لگیں۔ معلمات میں سب سے کمسن تھیں ایک دفعہ انسپکٹریس آف اسکولز معائینہ کے لئے آئیں اور بانو آپا کو دیکھا تو "بے بی ٹیچر" کا لقب دے دیا۔ ازدواجی زندگی کی مسرتوں اور اولاد کی نعمت سے محروم ہو کر انہوں نے اپنے آپ کو علمی، ادبی خدمات کے لئے وقف کر دیا۔ خانہ داری کی جھنجھٹوں سے بری الذمہ ہو کر تعلیم نسواں کے بلند مقصد کے لئے ہر وقت کمربستہ رہیں گویا تحصیلِ علم اور ترسیلِ علم ہی ان کا اوڑھنا بچھونا بن گیا کثرتِ مطالعہ کی وجہ سے ان کی بینائی جواب دے چکی ہے۔ دونوں آنکھوں کا آپریشن بھی ہوا لیکن بصارت کی وجہ سے بہت مجبور ہیں لیکن ان کی بصیرت، ان کی عالمانہ گفتگو اور پُر مغز تحریروں سے نمایاں ہوتی ہے اپنی مجبوری کے باوجود ان کا سمندِ قلم رواں دواں ہے ان کے مضامین و نظمیں ذوقِ نظر، نشیمن، اخبارِ سیاست ادبی میگزین (برائے خواتین) اور خوشبو کا سفر میں شائع ہوتے رہتے ہیں اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً قطعات، اقوالِ زریں، انشائیے، غزلیں اور رباعیات اشاعت کے لئے روانہ کرتی ہیں۔

حیدرآباد کی منفرد محفلِ ادب یعنی محفلِ خواتین کی وہ پرانی ممبر ہیں اپنی شرکت سے مجبوری پر وہ بڑی دکھی ہیں تاہم ہر جلسہ کے لئے وہ اپنی

غزلیں روانہ کرتی ہیں جس کو محفلِ خواتین میں اُنہی کی عزیز شاگرد عزیزہ محبوب یا عزیز النساء صبا بڑے ہی اچھے انداز میں سُناتی ہیں۔ حال ہی میں محفلِ خواتین سے اپنی محبت کے ثبوت میں مشاعروں کے لئے ایک قیمتی تحفہ "شمع" عنایت کی ہے۔ محفل میں جب بھی آتی ہوں اُن کی کمی بے حد محسوس ہوتی ہے حال حال تک لرزیدہ قدموں سے محفلِ خواتین میں شریک رہیں مگر اب ہیکر، بلڈ پریشر اور دل کا مرض بھی لاحق ہونے کی وجہ سے اتنا ضعف بڑھ گیا ہے کہ چلنا پھرنا دشوار ہے۔ عناصر میں اعتدال خلل پذیر ہے کبھی گردن کے لئے TRACTION لے رہی ہیں تو کبھی ماہر امراضِ قلب ڈاکٹر سدھیر نائیک سے رجوع ہیں مگر ہمت نہیں ہارتیں۔

یوں تو ان کی شاعری پختہ ذہن کی پیداوار ہے نثری تخلیقات بھی بہت دلچسپ ہوا کرتی ہیں لیکن اِن نگارشات میں سب سے دلفریب اور قابلِ قدر ان کے خطوط ہیں جو بڑی پابندی سے اپنے دوست احباب کو لکھا کرتی ہیں۔ اکثر ان خطوط میں غالب کی سی شوخی، یگانگت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ شوخیٔ تحریر بے ساختہ اسلوب رکھتی ہے ادب سے ناطہ رکھتے ہوئے صوفیانہ خیالات ان کی زندگی کا ایک اور رُخ بھی پیش کرتے ہیں وہ بے تکلف انداز میں دوستوں سے گویا باتیں کرتی ہیں۔ کہتے ہیں کبھی خطوط دلی جذبات کا آئینہ ہوتے ہیں اور انسانی فطرت کے صحیح عکاس بھی۔ بانو آپا کے خطوط ادبی لطافت۔ ہلکی پھلکی ظرافت نکتہ آفرینی سے بھرپور ہوتے ہیں۔ خطوط وہ اتنی تعداد میں لکھتی ہیں کہ ان کی قطعی تعداد

وہ خود بتا سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس ایک باضابطہ رجسٹر داخل و خارج موجود ہے جس میں یہ ریکارڈ رہتا ہے کہ کس کے خطوط کن تواریخ میں آئے اور ان کے جوابات کب دیئے گئے۔ ان کی یادداشت اس عمر میں بھی بے حد زبردست ہے حالانکہ اس زمانے میں انسان کی یادداشت طاق نسیاں کی نذر ہو جاتی ہے وہ یہ بھی یاد رکھتی ہیں کہ کس سے کب ملاقات ہوئی اور کب یہ ملاقات دوستی کے قالب میں ڈھل گئی۔ ان کی سوشیل لائف اور حلقۂ احباب بہت وسیع ہے جس میں ان کی بے لوث کرم فرمائیاں شامل رہتی ہیں جب کبھی ان کے خطوط کے جواب میں تساہل برتا جائے فوراً پرسش نامہ بلکہ یوں کہیئے کہ تشویش نامہ بھیج کر شرمندہ کر دیتی ہیں۔ میں جہاں بھی رہی ان کے خطوط سوغات کی طرح ملتے رہے ہیں۔ بے حد مزاج شناس اور دل موہ لینے والی شخصیت پائی ہے گھر کے ہر فرد کی خیر خواہی، دعا سلام کہیں گی حالانکہ کبھی انھیں دیکھا بھی نہیں۔ دوستوں کے کتابوں کی رسم اجرائی اور دیگر تقاریب پر تہنیت نامے روانہ کریں گی۔ ان کے خطوط پڑھ کر ہر کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ خطوط نویسی ہی ان کی زندگی کا ماحصل اور محبوب مشغلہ ہے ان کے خطوط پہلے تو بے حد طویل ہوا کرتے۔ تفصیلات، لطیفوں، چٹکلوں اور اشعار سے بھرپور عربی آیتوں اور فارسی اشعار سے مزین ہوا کرتے۔ جب کاغذ ختم ہو جاتا تو حاشیوں پر بھی تحریریں دیکھنے کو ملتیں جو باریک سے باریک لفظوں میں تبدیل ہو جاتیں صفحات کو پھرا پھرا کر مفہوم سمجھنا پڑتا ہے ۔ (تھوڑی تبدیلی کے ساتھ)

ع لکھتے لکھتے لکھے گئے دفتر = شوق نے بات کیا بڑھائی ہے
لیکن ضعفِ بصارت اور بیماری نے ان کو مختصر کرنا شروع کر دیا ہے۔
پابندی کا یہ عالم ہے کہ پوسٹ کارڈ ہی کے ذریعہ کیفیت لکھتی ہیں۔ اپنی طویل اذیت ناک بیماری کی تفصیل ہر خط میں لکھتی ہیں ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے شکوہ و شکایت کے بجائے شکر بجا لاتی ہیں اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتی ہیں۔

جب تک صحت نے ساتھ دیا روزے پابندی سے رکھا کرتیں تھیں نماز پنج گانہ، اوراد و وظائف نواب بھی ادا کرتی ہیں۔ رات میں رب کے لئے حصار باندھتی ہیں۔ خط کا مضمون تو دلچسپ ہوتا ہی ہے مگر القاب بھی بہت دلکش لکھا کرتی ہیں اس کمترین کو ہمیشہ اس طرح مخاطب کرتی ہیں۔ مہر تابانم، مہر درخشانم۔ سکون دل و جانم آفتابِ درخشانم۔ عزیز از دل و جانم۔ حالانکہ من آنم کہ من دانم ان کی شفقتوں کے آگے سر جھک جاتا ہے میں ہمیشہ اُن کو ایک ہی انداز سے مخاطب کرتی ہوں۔ شفیق و محترم بانو آپا۔ جو اُن کی ذاتِ گرامی پر دال ہے اپنے خطوط میں ہر ملنے آنے والے کا تذکرہ کرتی ہیں۔ میں کبھی کبھار ہی ان سے مل سکتی ہوں اس لئے کہ فاصلے کی طوالت نے مجبور کر رکھا ہے لیکن ان کو چاہنے والی بہن جو حیدرآباد ہی میں مقیم ہیں برابر ملنے جایا کرتی ہیں اور شمع کی ٹھنڈی روشنی سے مستفید ہوتی رہتی ہیں ایک بڑی تعداد ان سے ہر روز فون پر گفتگو کرتی ہے جن کا وہ یاد و جود

سنفلِ سماعت کے بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیتی ہیں۔ ان کے بے شمار شاگرد ہیں بہت سے تو اب بیرونی ملکوں میں بھی مقیم ہیں اور کئی بڑے عہدوں پر فائز ہیں ان سے بھی نامہ و پیغام کا سلسلہ جاری ہے۔

بانو آپا میں ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں اور دیگر ادیبوں کے مضامین کی خوبیوں پر دل کھول کر داد دیتی ہیں اور چن چن کر خوبصورت جملے منتخب کرتی ہیں جس سے ان کی دریا دلی، وسیع معلومات اور تبحرِ علمی کا ثبوت ملتا ہے اگر اخباروں و رسائل میں کاتب کی غلطی دکھائی دیتی ہے تو چراغ پا ہو جاتی ہیں۔

میری خواہش پر میری کتاب "سفرِ تابندہ" پر پیش لفظ لکھا اور یوں دعا دی" میری دعا ہے کہ سیدہ مہر اپنے علمی ادبی اور دینی کاوشوں اور مشاغل کی بدولت ہمیشہ مہرِ تاباں بنی رہیں۔"

"اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے" آر۔ بانو

بہت عرصہ سے ہم تمام ساتھیوں کی یہ تمنا تھی کہ آپا کے رشحاتِ قلم ایک کتابی صورت میں شائع ہو جائیں۔ بانو آپا سے جب اشاعت کے لئے کہا جاتا تو ٹال جاتیں اور کہتیں کہ نہیں معلوم کدھر کدھر رکھ چھوڑے ہیں لیکن میری عزیز بہن عابدہ محبوب نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور بڑی عرق ریزی سے جہاں جہاں سے ممکن ہوا آپا کی تحریریں جمع کیں اور ترتیب دے کر آپا کو صاحبِ کتاب بنا دیا وہ مبارکباد کی مستحق ہیں اور ساتھ ہی ہم سب کے شکریے کی بھی کہ بانو آپا کی زندگی میں اس کارِ خیر کو انجام دیا۔

اگر آخر میں یہ نہ لکھوں تو ناشکری ہوگی کہ محترم
نیر صاحب نے پوری دلچسپی لے کر اس کتاب کو شائع کروایا۔ اس طرح
اُن ہی کی مساعی، قیمتی رائے اور دستگیری سے یہ کتاب ہمارے
ہاتھوں میں ہے۔

سیدہ مہر
ایم اے (عثمانیہ)

متاعِ جوہرِ نایاب

آر۔ بانو آپا (رحیم بانو)

وہ اک مثال کہ جن کو کہیں رحیم آپا
ہیں اپنی ذات سے اک انجمن رحیم آپا

کس انکسار سے کہتی ہیں کچھ نہیں ہوں میں
متاعِ جوہرِ نایاب ہیں رحیم آپا

تمہاری رفعتِ تحقیق مان لی ہم نے
تمہارا ذوقِ عمل مرحبا رحیم آپا

تمہارا علم فراواں تمہاری عقلِ سلیم
دیارِ علم کی تم پاسباں رحیم آپا

عجب طریقۂ تفہیم تم نے پایا ہے
مکاتبات میں تم منفرد رحیم آپا

شرابِ ذوق سے سیراب کر رہی ہو تم
اسی کے نشّے میں مخمور ہم رحیم آپا

خلوصِ دل کا جو تحفہ عطا کیا تم نے
اسی کے لطف سے ممنون ہم رحیم آپا

شرف سے تم نے زمانے کو کر دیا روشن
وہ آفتابِ منوّر ہو تم رحیم آپا

تمہیں خبر ہی کہاں انگنت ہیں پروانے
ہزار جان سے تم پر فدا رحیم آپا

دعا ہے نہیمؔ کی پروردگارِ عالم سے
ملے حیات کی بخشش تمہیں رحیم آپا

آر-بانو (رحیم بانو)

دکن کی مایہ ناز کہنہ مشق شاعرہ

آج بھی شہرِ علم و دانش، گہوارۂ تہذیب و ثقافت، آئینہ فکر و خیال حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے دامن میں ہمہ اقسام کے پھول کھلتے ہیں جن کی خوشبو سے سارا معاشرہ مہک رہا ہے۔ یہاں کے ماحول میں سانس لینے والے مختلف النوع صلاحیتوں اور نت نئی خصوصیات کے حامل صاحبانِ فہم و ادراک، ماہرانِ علم و فن اور باکمال شخصیتیں اپنی صلاحیتوں کا احساس دلانے کے لئے مختلف شعبہ جات میں اپنی پوری شناخت کے ساتھ چھائی ہوئی ہیں۔ روشنی کا یہ تسلسل کئی برسوں سے جاری ہے اور بلا تخصیص زبان و تہذیب، ذکور ہوں کہ اناث اپنے اپنے دائرہ میں سرگرمِ عمل ہیں۔

روشن دل و دماغ رکھنے والی قابلِ قدر دکن کی مایہ ناز، بزرگ و کہنہ مشق شاعرہ آر بانو (رحیم بانو) بھی حیدرآباد کی اُن نامور اہلِ علم خواتین میں شمار ہوتی ہیں جو اپنے فکر و فن سے دامانِ شعر و ادب

کو تر و تازگی بخش رہی ہیں ۔ آر ۔ بانو جن کی طبعی عمر لگ بھگ ۸۰ برس کی ہو گی گذشتہ ۲۰، ۱۰ سال سے شہر کی اعلیٰ تعلیم یافتہ، مہذب و شائستہ پر وقار و معتبر خواتین کی ادبی و تہذیبی انجمن " محفلِ خواتین " سے وابستہ ہیں۔ آر۔ بانو محفلِ خواتین کی سب سے زیادہ سن رسیدہ اور پختہ کار شاعرہ ہیں ۔ ان کا کلام کلاسیکی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے شگفتہ لب و لہجہ کے زیرِ اثر نہایت ہی رواں دواں شعر کہتی ہیں۔ غزلیں ہی نہیں رباعیات، قطعات اور نظمیں بھی کہتی ہیں ان کی مذہبی شاعری عقیدت و احترام کی مظہر ہے۔ بہت ہی صاف ستھرے شعر کہتی ہیں اساتذۂ سخن کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ان کے اشعار دل میں اُتر جاتے ہیں فنی خوبیوں سے آراستہ ان کی شاعری قابلِ مطالعہ ہے جو بزمِ شعر و ادب میں خوب مہکنے لگتی ہے۔

اگر چہ ان کی شاعری کا لب و لہجہ کلاسیکی رنگ سے ہم آہنگ ہے لیکن بہت سے اشعار عصری حسیت کے ترجمان بھی ہیں۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے تجربات و مشاہدات وسیع اور حقائق پر مبنی ہیں۔

" صدائے ناتمام " آر بانو کا پہلا مجموعۂ کلام ہے جس کی اشاعت کے سلسلے میں صاحبِ طرز ادیبہ، ان کی سعادت مند نیک بخت شاگردِ رشید، عابدہ محبوب کی شخصی دلچسپی کا غیر معمولی دخل رہا ہے۔ ویسے مظفر النساء ناز، عزیز النساء صبا، اور سیدہ مہر نے بھی کتاب کے سلسلے میں

دلچسپی لی ہے جو قابلِ ستائش ہے۔

میں آر بانو کو ان کے کلام کی وساطت سے جانتا ہوں۔ اخبار سیاست کے علاوہ خوشبو کا سفر میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ میں خصوصیت سے ان کے کلام کی اشاعت میں دلچسپی لیتا رہا ہوں۔ حیدرآباد کی بہ قیدِ حیات سینیر ترین شاعرات میں ڈاکٹر بانو طاہرہ سعید اور آر بانو کی شاعری نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے ویسے محفلِ خواتین کی دیگر شاعرات کا کلام بھی قابلِ قدر ہے۔ محفلِ خواتین سے وابستہ بعض شاعرات صرف شعر ہی نہیں کہتیں بلکہ اچھی نثر نگار بھی ہیں۔ اُن میں سے بعض اہلِ قلم خواتین کے شعری و نثری مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ محفلِ خواتین کے قیام ڈسمبر (۱۹۷۱ء) سے ہی میں اس کے مبصر کی حیثیت سے وابستہ ہوں اور شخصی طور پر اس انجمن سے تعاون کرتا ہوں۔ محفلِ خواتین کی شاعرات ہوں کہ ادیبہ جب بھی کوئی کتاب شائع کرتی ہیں تو مجھے بے حد خوشی محسوس ہوتی ہے کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں میں نے کئی اہلِ قلم ارکانِ محفلِ خواتین کے ساتھ تعاون کیا ہے۔

جس وقت نامور ادیبہ رکن محفلِ خواتین محترمہ عابدہ محبوب نے شریک معتمد محفلِ خواتین مظفر النساء ناز سے مشاورت کے بعد آر۔ بانو کے کلام کے بارے میں مجھ سے فون پر گفتگو کی تو میں نے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ گفتگو کے دو دن بعد وہ سیاست آفس تشریف لائیں اور آر بانو کے غیر مطبوعہ کلام کا مسودہ میرے حوالے کیا۔ میں

نے ان کی شاعری کا مکمل جائزہ لے کر مسوّدہ کاتب صاحب کے حوالے کیا۔
کتاب کی ترتیب، تزئین و طباعت کی ذمہ داری میرے ہی سپرد رہی
الحمد اللہ یہ مجموعۂ کلام "صدائے ناتمام" کے نام سے زیورِ طباعت سے
آراستہ ہو کر منظرِ عام پہ آ رہا ہے۔ آر۔ بانو صاحبہ اردو کی بہترین
شاعرہ و ادیبہ تو ہیں ہی لیکن انہیں فارسی شعر و ادب سے گہری وابستگی
ہے فارسی میں بھی شعر کہتی ہیں کتاب میں شامل اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ
ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے کلاسیکی فکر و خیال کی آئینہ دار ان کی شاعری
شعری و ادبی حلقوں میں دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی۔
میں آر بانو صاحبہ کے چند منتخب شعر نذرِ قارئین کر رہا ہوں۔
جو یقیناً پسند کیئے جائیں گے ویسے ان کے کلام میں اس طرح کے کئی اور
شعر ہیں۔

عشرت کدہ میں اپنے وہ ہیں محوِ خوابِ ناز
کیا جانیں مضطرب ہیں دلِ زار کون ہے

دوسروں کے عیب پر نظریں تو پڑتی ہی رہیں
غور کرنے پر کھلا ہم سے بُرا کوئی نہیں

غم کے بادل آہ کی پروائیاں ❊ ہیں محبت کی کرم فرمائیاں
جھوٹ کا سکہ جہاں میں چل گیا ❊ رہ گئیں منہ دیکھتی سچائیاں
اور کیا ہوگا محبت کا صلہ ❊ درد و غم بیداریاں، رسوائیاں
روشنی ہے علم کی چاروں طرف ❊ ذہن پر ہے جہل کی تاریکیاں

علم ہے با تو عمل کچھ بھی نہیں ٭ آگہی کی ہیں فقط پرچھائیاں

مسیحا بیچ میں چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں
تعجب ہے لئے سب ایک ہی آزار بیٹھے ہیں

نگاہِ لطفِ ساقی کب ہو اور کس پہ ہو کیسے ہو
لئے سب ہاتھ میں جام تہی مے خوار بیٹھے ہیں

خیال آتا ہے یاد آتی ہے اُن کی ٭ کرم اتنا بھی ان کا کم نہیں ہے
دوا ہر زخم کی ممکن ہے لیکن ٭ زباں کے زخم کا مرہم نہیں ہے

ہم اُن کے جور و ستم بھی خوشی سے سہتے ہیں
نیاز و ناز کا عالم ہے کیا کیا جائے

زندگی وقفِ غم و آلام ہے ٭ یہ بھی اک اللہ کا انعام ہے
بہرِ حرفِ اخلاص میں ہے کامیں کامیں ٭ خوش نوا طائر نو زیرِ دام ہے
دے دیا زندگی کو سوز و گداز ٭ اے غمِ دوست تیری عمر دراز

فراوانی ہے علم و فن کی لیکن ٭ جہالت کا بھی سرمایہ بہت ہے
بہت ہے علم مگر عقل و آگہی کم ہے ٭ اندھیرے ہم پہ مسلط ہیں روشنی کی طرح
کتابیں ہاتھ میں ہیں آگہی کا نام نہیں ٭ چراغ ہاتھ میں نابینا آدمی کی طرح

مجھے اُمید ہے کہ اربابِ نو صاحبہ کا یہ مجموعۂ کلام "صدائے ناتمام" ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا خاص طور پر محفلِ خواتین سے وابستہ شاعرات و ادیبہ بے حد مسرت محسوس کریں گی۔ صلاح الدین نیر

کہکشاں لدھے پلی۔ حیدرآباد
مدیر خوشبو کا سفر

اظہارِ تشکّر

میرے اس پراگندہ اور منتشر کلام کو جمع کرنے اور بہ تعاون جناب صلاح الدین نیر کتابی شکل دینے کا سہرا میری بہت ہی عزیز ترین شاگرد رشید اور بہترین دوست عابدہ محبوب کے سر ہے۔ میشر محفل خواتین ممتاز شاعر جناب صلاح الدین نیر صاحب کے مفید و قیمتی مشوروں اور عملی تعاون کا بھی بڑا دخل رہا ہے۔ میں عابدہ محبوب اور جناب صلاح الدین نیر کی تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں مظفر النساء ناز، عزیز النساء صبا اور سیدہ مہر کی دلچسپی کے لئے بھی ممنون ہوں۔ محفلِ خواتین سے وابستہ تمام عہدہ داروں اور ارکان نے مجھ ناچیز کی ہمیشہ قدر افزائی کر کے بے کراں خلوص کا ثبوت دیا ہے اس کے لئے بھی میں اُن کی شکر گذار ہوں۔

خدا کرے ہمیشہ ایسے مخلصانِ اُردو کی کوششیں کامیاب اور بار آور ثابت ہوتی رہیں۔

کمترین و بہی خواہ اُردو
آر۔ بانو

حمد

کرم تیرا ہے لامحدود، رحمت بیکراں تیری
مرے اللہ تیری حمد سے عاجز زباں میری

تو ہی سب کا نگہباں، تو ہی سب کا پالنے والا
ہے تیری ذات اے اللہ سب سے ارفع و اعلیٰ

زباں دے ایسی جو رطب اللساں ہو حمد میں تیری
وہ دل دے جو رہے مشغول طاعت میں سدا تیری

●

خدا کی حمد سے عاجز زباں ہے
وہی اک مالکِ کون و مکاں ہے
اسی کی ذات سے دنیا ہے روشن
اسی کے حکم سے قائم جہاں ہے

●

●

اے خدا اے خالقِ کون و مکاں
حمد ہیں تیری ہے ساری کائنات
واقف اسرارِ رمزِ کن فکاں
حمد ہیں تیری زمین و آسماں

●

ارض و سما میں شانِ محمدؐ ہے معتبر
دینِ مبین حق کے ہیں سرکار راہبر
خیر البشرؐ کی نعت کہے کوئی کیا بشر
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

●

محمدؐ مصطفےٰ کی شان ہی سب سے نرالی ہے
عظیم القدر ذی شان آپ کا دربارِ عالی ہے
جو کوئی دیکھ لے بس دیکھتا رہ جائے حیرت سے
درخشاں، ضو فشاں وہ روضۂ انور کی جالی ہے

●

●

کس شئے پہ نہیں چھائی ہوئی خوئے محمدؐ
اللہ بھی شیدا ہوا ابروئے محمدؐ
یک لخت مہک اٹھیں گی ہر سمت فضائیں
کھل جائیں خلاؤں میں جو گیسوئے محمدؐ
دلکش ہے، دلآویز، منور و مطہر
جنت کی بہاریں ہیں لیئے کوئے محمدؐ
ہر بندۂ کمتر پہ بھی رحمت کی نظر ہے
بے مثل بھی، معصوم بھی ہے خوئے محمدؐ
اللہ نے بنایا ہے انھیں رحمتِ عالم
دشمن کھنچے جاتے ہیں سبھی سوئے محمدؐ
اک بابِ کرم ہے کہ یہ محرابِ حرم ہے
معراجِ نظر ہے، خمِ ابروئے محمدؐ
لازم ہے کہ ہو پیروی اسوۂ حسنہ
عالم میں مہکتی رہے بس بوئے محمدؐ

بانو کو بھی مل جائے گی کونین کی دولت
گر خواب میں بھی دیکھ لے وہ روئے محمدؐ

●

مدینہ شہر ہے ایسا، مدینہ ایسی بستی ہے
جہاں پر رات دن اللہ کی رحمت برستی ہے
زباں کو بند کر یا تو تصور ہی میں تو کھو جا
کرے سرکارؐ کی مدحت بھلا کیا تیری ہستی ہے

●

عید اضحیٰ عشق ابراہیم کی تنویر ہے
جس میں مضمر ایک سچے خواب کی تعبیر ہے
خواب سچا کر دکھایا جبکہ ابراہیم نے
کی اطاعت باپ کی فرزندِ اسمٰعیل نے
اک خلیل اللہ کا اور اک ذبیح اللہ کا
درس دنیا کو ملا ہے طاعت و ایثار کا

●

●

اس کارگاہِ دہر کا مہمان کون ہے!
سب جانتے ہیں مالک و مختار کون ہے
ساحل پہ جبکہ سب کو تن آسانیاں ملیں
کس کو خبر ہے حالِ منجدھار کون ہے
عشرت کدہ میں اپنے وہ ہیں محوِ خواب ناز
کیا جانیں مضطرب پسِ دیوار کون ہے
سب جبر و اقتدار ہے اللہ کے ہاتھ میں
مجبور ہیں سبھی یہاں مختار کون ہے
جو مالدار ہیں وہی مفلس ترین ہیں
دنیائے خواہشات میں زردار کون ہے
گم ہو کے ذاتِ حق میں "انا الحق" جو کہہ دیا
منصور کی طرح سے سرِ دار کون ہے
جمہوریت کی باگ ہے جنتا کے ہاتھ میں
حاکم ہے کون اب یہاں سرکار کون ہے
اک کن فکاں سے سارے جہاں کا ہوا وجود
ایسا عظیم صناع و فن کار کون ہے

اس دورِ خود پرستی میں بانو بتائیں کیا
ہمدرد کس کا کون ہے غمخوار کون ہے

اک نورِ بے مثال کی تنویر مل گئی
اک خوابِ ناتمام کی تعبیر مل گئی

تعبیر بھی ادھوری ملی خواب کی طرح
گویا رضائے کاتبِ تقدیر مل گئی

آنکھوں کو خیرہ کر دیا برقِ جمال نے
ظلمت کدہ کو قلب کے تنویر مل گئی

آرائشِ خیال و تصوّر کے واسطے
اک پیکرِ جمال کی تصویر مل گئی

شکوہ کسی سے کچھ نہیں کوئی گلہ نہیں
ملنی تھی جس کو جیسی بھی تقدیر مل گئی

ملنے سے اُن کے کیا ملا آؤ تو بتائیں کیا
اوجھل نظر سے جو رہی تصویر مل گئی

دُور دُنیا کے ہوں درد و غم
گر برس جائے ابرِ کرم
جس کو ملنا تھا جو مل گیا
نالۂ بلبل کو، انساں کو غم
عیب بھی چاہا بھلانا انہیں
یاد آنے لگے دم بہ دم
روز و شب قافلے ہیں رواں
خوش نصیبی سے سُوئے حرم
ایک حساس دل کے سبب
ہم رہے مبتلائے الم
بس یقین آگیا ہے مجھے
آپ کھائیں نہ جھوٹی قسم
اے خُدا اپنی مخلوق پر
چاہیئے تیرا فضل و کرم
بانو کیسی غزل یہ کہی
جس میں شانِ تغزل ہے کم

●

دردمندوں کا جہاں میں آسرا کوئی نہیں
سب ہیں صورت آشنا غم آشنا کوئی نہیں

اک نظر میں لے لیا دل، خود ہی فرمانے لگے
نام لیں کس کا یہاں "آیا گیا" کوئی نہیں

یہ وفا کا لفظ تو شرمندۂ معنی نہیں
سب وفا نا آشنا، اہلِ وفا کوئی نہیں

جب غزل کہتے ہیں یہ محسوس ہوتا ہے ہمیں
ہم ان ہی سے ہیں مخاطب، دوسرا کوئی نہیں

دوسروں کے عیب پر نظریں تو پڑتی ہی رہیں
غور کرنے پر کھلا ہم سے برا کوئی نہیں

ہے بُروں کے واسطے، رحمت کا تیری در کھلا
بخش دے اللہ! یا تو سے بُرا کوئی نہیں

●

غم کے بادل، آہ کی پروائیاں
ہیں محبت کی کرم فرمائیاں

لب پہ ہلکا سا تبسم موج زن
چشم تر میں جھیل کی گہرائیاں

جھوٹ کا سکہ جہاں میں چل گیا
رہ گئیں منہ دیکھتی سچائیاں

لے رہی مجھ سے رقیبوں پہ کرم
ہائے ان کی یہ ستم آرائیاں

اور کیا ہوگا محبت کا عمل
درد و غم بیداریاں، رسوائیاں

اب کہاں وہ گرمیٔ بازارِ حسن
عشق نے بخشیں جنوں سامانیاں

عہدِ حاضر کا یہی ہے المیہ
ہر طرف خوں خواریاں، بربادیاں

روشنی ہے علم کی چاروں طرف
ذہن پر ہے جہل کی تاریکیاں

علم ہے باقی عمل کچھ بھی نہیں
آگہی کی ہیں فقط پرچھائیاں

●

جذبۂ دل میرا آج کام آ گیا
نامۂ دوست جو میرے نام آ گیا

کوئی افسوں تھا یا وہ فریبِ نظر
طائرِ خوش نوا زیرِ دام آ گیا

میرے اشکوں سے تر اُن کا دامن ہوا
آج رونا میرا میرے کام آ گیا

کیسے جاؤں کہ پاؤں میں طاقت نہیں
ان کا پیغام بھی وقتِ شام آ گیا

یوں تو جینے کو جیتے ہیں یا تو سبھی
آدمی وہ جو اوروں کے کام آ گیا

●

بندگی ہی بندگی ہے زندگی
"زندگی بے بندگی شرمندگی"
نیکیوں کی قطرہ قطرہ بوند سے
خلد کی جوئے رواں ہے زندگی
ہو اگر حسنِ عمل کی روشنی
ذرہ ذرہ ضوفشاں ہے زندگی
گر بسر ہو خدمتِ مخلوق میں
اک حیاتِ جاوداں ہے زندگی
دو فرشتے آدمی کے ساتھ ہیں
"لمحہ لمحہ امتحاں ہے زندگی"
غفلتیں، نادانیاں، گمراہیاں
گویا اک خوابِ گراں ہے زندگی
اک اشارہ ہی بہت
…فکاں" ہے زندگی
…اتھا پیار سے
د ا ی م ہی ہو حیات، زندگی
زندگی سے آج کیوں بیزار ہو
جبکہ بانو تھی نشانِ زندگی



یادِ طیبہ دل کو گرماتی رہی
ذہن و دل پُر نور برساتی رہی
لمحہ لمحہ اُن کی یاد آتی رہی
میری تنہائی کو بہلاتی رہی
چار دن کی چاندنی تھی زندگی
رفتہ رفتہ تیرگی چھاتی رہی
درد و غم میں ایسی کچھ لذت ملی
دوسروں کے غم بھی اپناتی رہی
آدمی میں آدمیت ہی نہیں
اگلی وہ انسانیت جاتی رہی
پُر سکوں گھر کی فضا رخصت ہوئی
جب بہو پر ساس جھنجھلاتی رہی

بن کے بازی گاہ یہ جمہوریت
اک تماشا روز دکھلاتی رہی
سب گنہ با آتو نر ے بخشے گئے
جب تو نادم ہو کے شرماتی رہی



مسیحا بیچ ہیں چاروں طرف بیمار بیٹھے ہیں
تعجب ہے لئے سب ایک ہی آزار بیٹھے ہیں
نگاہِ لطفِ ساقی کب ہو اور کس پہ ہو جیسے تہو
لئے سب ہاتھ میں جام تہی میخوار بیٹھے ہیں
جو الٹوں نے عدم کی راہ لی کس تیز گامی سے
وہ پیچھے رہ گئے افسوس جو تیار بیٹھے ہیں
بھلا کیا پوچھتے ہو حال ہم خانہ خرابوں کا
لٹا کر مرضیٔ مولا پہ سب گھر بار بیٹھے ہیں
ہے ناشکری ہی ایسی فطرتِ انسان میں مضمر
نہیں خوش زندگی سے کوئی سب بیزار بیٹھے ہیں
درِ محبوب پر درباں نے مو ڈانٹا تو کہا ہم نے
نہیں اٹھنے کی طاقت کیا کریں ناچار بیٹھے ہیں
مریضِ عشق تو اب چند ہی لمحوں کا مہماں ہے
مسیحا چپ ہیں گھبرائے ہوئے غمخوار بیٹھے ہیں

مقابل کون ہے اس جذبۂ صادق کے اے بالغ
زمانے میں ہزاروں یوں تو وضعدار بیٹھے ہیں



میرے چہرے پہ گو نقاب نہیں
پھر بھی میں خود کو دیکھوں تاب نہیں

جو چھلک کے بھی کم نہیں ہوتا
ساغرِ چشم کا جواب نہیں

ہے یہ مجھ پر تمام مشقِ ستم
اور اغیار پر عتاب نہیں

نامے غیروں کے نام جلتے ہیں
میرے خط کا کوئی جواب نہیں

حُبِ دنیا و عشقِ مال و منال
اس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

دل سے مانگو اگر دُعا یا لُو
کونسی ہے جو مستجاب نہیں



●

ان کی دنیا اک نشاط و عشرتِ پیہم کا نام
میری دنیا آہ و نالہ اور درد و غم کا نام

وہ دلاسا دے رہے ہیں پھر بھی دل ہے بیقرار
کیا محبت ہے اسی بیتابیِ پیہم کا نام

زخم اک رِستا ہوا، بہتا ہوا خونِ جگر
کیا رکھوں؟ تم ہی کہو اس دیدۂ پُرنم کا نام

لذتِ دیوانگی و فرحتِ قلب و نظر
ہے نشاطِ روح تیرے کیف آور غم کا نام

جامِ جم سے کم نہیں، جامِ مئے الفت مرا
گرچہ عالم میں ہوا مشہور جامِ جم کا نام

ان کی چشمِ فیض نے سیراب ایسا کر دیا
بھول کر بھی تو کوئی لیتا نہیں حاتم کا نام

●

●

غزل میں کیا لکھوں اے دوست شاد و آباد و تر و تازہ
مری ویرانیٔ دل کا نہیں ہے مجھکو اندازہ
کوئی آئے تو گھنٹی کی صدا ہو اور نہ دستک ہو
اسی باعث کھلا رکھا ہے ہم نے دل کا دروازہ
غریبی آج بھی نالہ کناں ہے ملک میں ہر سو
مگر کیا ہو سکے شنیاؤں کی دولت کا اندازہ
سکونِ زندگی عنقا ہوا ہے آج دنیا میں
کھڑا ہوتا ہے ہر لمحہ کوئی اک فتنۂ تازہ
ہمارے نامۂ اعمال پر دھبے ہی دھبے ہیں
بھگتنا ہے اسی دنیا میں ہم کو اس کا خمیازہ
مگر لاتقنطو فرما دیا ہے حق تعالیٰ نے
نہیں ممکن کریں اللہ کی رحمت کا اندازہ

بھلے ہیں یا برے ہیں اللہ تیرے ہی تو بندے ہیں
نگاہِ لطف تیری ہو جو یا لو پیڑ فقد فازا"

●

●

قناعت ہی مری کچھ کم نہیں ہے
مجھے محرومیوں کا غم نہیں ہے
بجز خلّاقِ عالم، ذات یکتا
یہ سر آگے کسی کے خم نہیں ہے
خرد کو سر بسر گمراہ کرنے
مری آشفتگی کچھ کم نہیں ہے
مرے آنسو ہیں دریا کی روانی
یہ کوئی گریۂ شبنم نہیں ہے
خیال آتا ہے، یاد آتی ہے ان کی
کرم اتنا بھی اُن کا کم نہیں ہے
مری تنہائیاں ہیں اور میں ہوں
کوئی مونس، کوئی ہمدم نہیں ہے
دوا ہر زخم کی ممکن ہے لیکن
زباں کے زخم کا مرہم نہیں ہے
مرے رونے پہ حیراں ہو کے بولے
ابھی برکھا کا یہ موسم نہیں ہے
کہا پھر ہنس کے اوکالی ہے بارش
کہ جس کا کوئی بھی موسم نہیں ہے

●

●

ہم اُن کے جور و ستم بھی خوشی سے سہتے ہیں
نیاز و ناز کا عالم ہے کیا کیا جائے

حوادثات ہیں، خوں ریزیاں ہیں، اغوا ہے
غموں کی یورشِ پیہم ہے کیا کیا جائے

وہ آئیں گے شبِ وعدہ، نہ نیند آئے گی
اُمید و بیم کا عالم ہے، کیا کیا جائے

جنوں کی جامہ دری ہے، خرد کی بخیہ گری
شبِ فراق کا عالم ہے کیا کیا جائے

نہ اُن سے ملنے کی صورت، نہ بھول جانے کی
اک اضطراب کا عالم ہے کیا کیا جائے

کوئی تسلی کا ساماں، نہ کوئی وجہِ سکوں
نگاہِ دوست ہی برہم ہے کیا کیا جائے

●

●

تصوّر، صنوفشاں ہے اور میں ہوں
مدینے کی ہیں گلیاں اور میں ہوں
کوئی ہمدرد ہے، مونس، نہ غم خوار
مری تنہائیاں ہیں اور میں ہوں
مری تنہائی بھی تنہا نہیں ہے
خیال آرائیاں ہیں اور میں ہوں
غمِ دوراں کی، دردِ بیکراں کی
کرم فرمائیاں ہیں اور میں ہوں
کبھی تو آدمی انساں بنے گا
یہی خوش فہمیاں ہیں اور میں ہوں
رواں ہے قافلہ اردو زباں کا
غبارِ کارواں ہے اور میں ہوں
مجھے کیا واسطہ یا نو غرر سے
جنوں سامانیاں ہیں اور میں ہوں

مرا ساتھی ہے بانو ذوقِ شعری
سخن آرائیاں ہیں اور میں ہوں

●

●

عشق کی بے خودی نہیں جاتی
حُسن کی آگہی نہیں جاتی

دل میں رہتے ہیں رات دن لیکن
ان کی بیگانگی نہیں جاتی

بزمِ اہلِ خرد میں رہ کر بھی
میری دیوانگی نہیں جاتی

چوٹ کھا کر بھی راہِ اُلفت میں
دل کی آوارگی نہیں جاتی

نرم و نازک صبا کے جھونکوں سے
بزم کی تازگی نہیں جاتی

علم سے چاند تک گیا انسان
ذہن کی تیرگی نہیں جاتی

دُنیا فانی ہے جانتے پر بھی
اس سے وابستگی نہیں جاتی

دل لگاؤ نہ یاؔنو دُنیا سے
پھر بھی یہ دل لگی نہیں جاتی

●

●

کبھی کبھی کی عنایت، کبھی کبھی کا کرم
یہ اپنے پاس ہی رکھ لیجئے براہِ کرم

تمہاری اتنی عنایت بھی کچھ نہیں ہے کم
نگاہِ لطف ہی دیں، زخمِ دل کا اک مرہم

عدو پہ آپ کی ہیں مہربانیاں ہر دم
ہمیں پہ جور و جفا ہے ہمیں پہ مشقِ ستم

تمہارا اتنا تغافل، تمہارا اتنا ستم
کہیں ہماری محبت کا کھل نہ جائے بھرم

ان ہی کو دیکھ کے جینا، ان ہی پہ مرنا ہے
حیات و موت کی بآتو یہ کشمکش [illegible] ہم

●



زندگی وقفِ غم و آلام ہے
یہ بھی اک اللہ کا انعام ہے
کون جانے رنگ کیا دکھلائے گا
انتظار اُن کا جو وقتِ شام ہے
رہنما غرقِ مئے عیش و نشاط
قوم کے ہاتھوں میں خالی جام ہے
ہر بڑے اجلاس میں ہے کائیں کائیں
خوش نوا طائر تو زیرِ دام ہے
کرسیوں کے نام بھی ہیں مختلف
کوئی ہے راون تو کوئی رام ہے
علم ہو جب تک نہ ہو اس پر عمل
آدمی بننا، خیالِ خام ہے
ہے زباں میں جوہرِ انسانیت
خوش کلامی ہی کا سکّہ عام ہے
رہتی دنیا تک ہے قرآں راہبر
یہ خدا کا آخری پیغام ہے
وقتِ آخر آ گئے شاہِ اُمم
یا نبی اب آپ کا آرام ہے

●



دے دیا زندگی کو سوز و گداز
اے غمِ دوست تیری عمر دراز

زلفِ صیاد میں اسیر ہیں ہم
کیا کریں لے گئے طاقتِ پرواز

گوشۂ دل مہکنے لگتا ہے
یاد آتا ہے جب دیارِ حجاز

کوئی غم خوار ہے نہ مونس ہے
کوئی ہمدرد ہے نہ ہے دمساز

کتنی ہمت سے طے کیے ہم نے
زندگی کے کئی نشیب و فراز

غم کے نغمے غنیمت ہیں، اک دن
بے صدا ہوگا زندگی کا ساز

جتنی ممکن ہو نیکیاں کر لو
چار ہی دن کی ہے یہ عمر دراز

کیا حقیقت بھلا ہے باؔنو کی
ہیں یہاں مستند سخن پرداز





زندگی وقفِ غم ہو گئی
ہر خوشی کم سے کم ہو گئی

میرا حالِ زبوں دیکھ کر
آنکھ اُن کی بھی نم ہو گئی

جس قدر علم بڑھتا گیا
اُتنی تہذیب کم ہو گئی

اہلِ محفل پہ جب اُٹھ گئی
وہ نگہ جامِ جم ہو گئی

بانو کیسی خوشی، کیا نشاط
زندگی نذرِ غم ہو گئی





عہدِ ماضی کہاں ہے، حال کہاں
وہ سکوں بخش ماہ و سال کہاں

علم سے روشنی ہے چار طرف
آگہی کا مگر جمال کہاں

آدمی مال و زر میں ہے غلطاں
عزتِ نفس کا خیال کہاں

ہے قیادت میں باہمی جھگڑے
خدمتِ خلق کا سوال کہاں

وحشیانہ سی سرپرستی میں
جائیں گے اب یہ نونہال کہاں

ندیاں، سبزہ زار، کوہ و دمن
حسنِ قدرت کو ہے زوال کہاں

ہے کہاں اُن کا حسنِ روز افزوں
میری رعنائی خیال کہاں

خوش بیاں شاعرات کے آگے
آر۔ بانو خستہ حال کہاں



●

چین چاہا تھا زندگی میں بہت
مل گیا ہم کو اضطراب بہت
جن کی تعبیر مل سکی نہ کبھی
ہم نے دیکھے ہیں ایسے خواب بہت
آدمی بن نہیں سکا انسان
آئے دُنیا میں انقلاب بہت
بحرِ جمہوریت ہے وہ جس میں
دُرِ نایاب کم حباب بہت
اِس کرپشن سے، زر پرستی سے
زندگی بن گئی عذاب بہت
یُوں تو ہے اجر ہر عبادت کا
خدمتِ خلق کا ثواب بہت

کُھل کے ملتے تو ہیں بہت سوں سے
کیوں ہے بانو سے ہی حجاب بہت

●



قیدِ حیات سے تو ممکن نہیں رہائی
دن آج بھی ہے نکلا، پھر آج رات آئی

کیا غم گساریاں ہوں، کیا چارہ سازیاں ہوں
ہمدرد جب نہیں ہے، بھائی کا آج بھائی

تعلیم سے نہ پائی شائستگی کچھ اُس نے
ہے قتل خون جاری، ہر سمت ہے لڑائی

کیا ذکر اب زمیں کا سب کچھ بدل گیا ہے
ہے آسمان تک بھی انسان کی رسائی

کچھ رہروانِ منزل آگے نکل گئے ہیں
ناداں ہے بانو پاکر اپنی شکستہ پائی



●

دلِ ناداں کو سمجھایا بہت ہے
یہ ظالم پھر بھی تڑپایا بہت ہے

نہیں ہے زندگی میں شادکامی
نشاطِ غم کا سرمایہ بہت ہے

خوشی آئی، گئی، قائم رہا غم
یہی اک دوست کام آیا بہت ہے

ہوس دولت کی، شہرت کی تمنّا
جنون انسان پر چھایا بہت ہے

فراوانی ہے علم و فن کی لیکن
جہالت کا بھی سرمایہ بہت ہے

غنیمت تھا بہت وہ دورِ ماضی
وہی یا تو کو یاد آیا بہت ہے

●

●

شعورِ غم جو ملا ہے ہم کو آگہی کی طرح
گلے لگائے ہیں غم کو بھی ہم خوشی کی طرح

بہت ہے علم مگر عقل و آگہی کم ہے
اندھیرے ہم پہ مسلط ہیں روشنی کی طرح

ہر ایک کھوج میں اک دوسرے کی رہنما ہے
منافقت تو بظاہر ہے دوستی کی طرح

بڑے خلوص سے ہم زندگی کے ساتھ رہے
مگر وہ ملتی رہی ہم سے اجنبی کی طرح

کتابیں ہاتھ میں ہیں آگہی کا نام نہیں
چراغ ہاتھ میں نابینا آدمی کی طرح

●

اپنا وعدہ وفا کیجئے
کچھ تو خوفِ خدا کیجئے
آپ ہیں گر مسیحِ زماں
دردِ دل کی دوا کیجئے
گو ہیں ملنے میں رسوائیاں
دل نہ مانے تو کیا کیجئے
یہ تعلق بھی کچھ کم نہیں
جور کیجئے، جفا کیجئے
آپ خوگر وفا کے نہیں
حسبِ عادت جفا کیجئے
چاک کرنے سے پہلے ذرا
خط ہمارا پڑھا کیجئے
سنتے جائیے سب کچھ مگر
کم سے کم ہی کہا کیجئے
ہے فلک تک رسائی تو کیا
دل میں انساں کے جا کیجئے

دولت دین و ایماں ملی
بانو شکرِ خدا کیجئے

●

محبت بھی مروت خُلق و احساں
یہی ہیں پاسبانِ دین و ایماں
بہت سائنس ترقی کر رہی ہے
مگر خُلق و محبت کا ہے فقداں
نہیں ہے آدمی میں آدمیت
بھلا وہ کیسے بن جائے گا انساں
ہے چاروں سمت شورش اور جھگڑے
قیادت پر مگر اپنی وہ نازاں
بنی آدم کی گمراہی کا باعث
یہی دو دشمنِ جاں نفس و شیطاں
کہاں کی غم گساری، چارہ سازی
ہوں بھائی بھائی جب دست و گریباں

تغزل اب نہیں اس کی غزل میں
فقط حالات پہ یا تو ہے گریاں

●

●

دم سے تھی علم و عمل کے کل یہاں
شستگی، شائستگی، تابندگی

بے عمل دنیا پہ ہے چھائی ہوئی
تیرگی، بے چہرگی، درماندگی

آ گئے دن ہیں سرخیاں اخبار کی
غنڈہ گردی، راہزنی، غارت گری

اقلیت ایسی زبوں حالی بہ ہے
خستگی، ناخواندگی، پسماندگی

طالب علموں کی استادوں سے ہے
سرکشی، سرتابی اور بیہودگی

عشق کی تقدیر میں لکھ دی گئی
تشنگی، آشفتگی، شوریدگی

بے سبب باتوں سے ہو کیوں جانِ جاں
برہمی، افسردگی، ناراضگی

●



اچھی اچھی صورتوں کے واسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیئے

سب سہارے عارضی ہیں اے خدا
ہم کو تیرا ہی سہارا چاہیئے

ہے یہی بہتر کسی سے کچھ نہ مانگ
جو بھی ہو اللہ سے مانگا چاہیئے

کیا کریں گے چارہ جوئی خلق کی
جن کو اپنا دانہ چارہ چاہیئے

زندگی بانوؔ ہے دو روزہ مگر
پھر بھی جینے کا سلیقہ چاہیئے

●

مجھے ان سے کیا ہے شکوہ مجھے ان سے کیا لڑائی
نہیں جانتے جو کیا ہے رہ و رسم آشنائی
وہ جو چپ ہیں بے سبب ہی تو میں ان سے کھچ ہوں یوں ہی
مرے دل کی دھڑکنوں میں وہی صلح و صفائی
کسی دوسرے کی ٹوہ میں رہا آدمی ہمیشہ
مگر اپنی ہی برائی اسے کچھ نظر نہ آئی
یہی آج کل جہاں میں ہے شعارِ آدمیت
یہی ہے بھائی چارگی، یہی چار سو لڑائی
یہ ہے دور ٹکنالوجی یہ زمانۂ ترقی
مگر آدمی میں اب تک وہی جہل آشنائی
جو زمیں کا کام انساں کبھی کر سکا نہ پورا
ہے مگر عجب اس کی یہ فلک تک رسائی
وہ تھا دورِ تختِ شاہی، وہ بھی شانِ کج کلاہی
مگر آج ایک کرسی کیلئے ہے ہاتھا پائی

ہوں تلاشِ حق میں یا تو نہیں یاد اپنی ہستی
یہی جستجو کا مقصد، درِ یار تک رسائی

●

سکون چین بھی عنقا ہی سا لگے ہے مجھے
فضائے دہر تو دہشت زدہ لگے ہے مجھے

لبوں پہ موجِ تبسم، کشیدگی دل میں
عجیب چیز یہ شہرِ وفا لگے ہے مجھے

یہ اضطراب، یہ بیتابیاں، یہ آہ و فغاں
ترا فراق، پیامِ قضا لگے ہے مجھے

کرم سبھی پہ، تغافل ہے خاص میرے لیئے
یہ بے رُخی بھی تری اک ادا لگے ہے مجھے

نظر میں پھول سے کھلتے ہیں دل میں پھلجھڑیاں
ترا وصال بھی کیا دلکشا لگے ہے مجھے

نہیں ہے آدمی اب قول و فعل پہ قائم
یہ جو فروش بھی گندم نما لگے ہے مجھے

●

خاک کا پتلا ہے تخلیقِ بشر کچھ بھی نہیں
زندگی اس کی بجز برق و شرر کچھ بھی نہیں

دوسروں کی ٹوہ میں انسان رہتا ہے سدا
اپنی حالِ زار کی اس کو خبر کچھ بھی نہیں

پیٹھ پر ان نونہالوں کے کتابوں کا ہے بوجھ
علم کا لیکن دماغوں پر اثر کچھ بھی نہیں

ہے تمنّا مال و زر کی، فکر ہے املاک کی
ملک کی غربت پہ عشرت پر نظر کچھ بھی نہیں

زندگی ساری گناہوں میں بسر ہو کر رہی
با لو خالی ہاتھ ہے "زادِ سفر" کچھ بھی نہیں

●

حُسنِ اخلاق آدمی کی شناخت
یُوں تو جیتے ہیں سب ہی حیوانات

زندگی کیا ہے قیدِ بے زنجیر
موت اس قید سے ہے راہِ نجات

حُسن کتنے ہی پینترے بدلے
بازیٔ عشق کو نہیں ہے مات

دینِ حق کے یقین محکم ہیں
ڈگمگائے کبھی نہ پائے ثبات

فانی ہر ایک شئے ہے دُنیا کی
باقی بس ایک ہے خدا کی ذات

سب کے سب خالی ہاتھ جائیں گے
بالنو اعمال ہی رہیں گے ساتھ

●



آپ ہیں جور کے عادی ہے نا
ہم نے اس پر بھی وفا کی ہے نا

تم مسیحائے زماں ہو لیکن
میرے دکھ کی نہ دوا دی ہے نا

دورِ آزادی نے آزادی سے
ظلم کو خوب ہوا دی ہے نا

قسمیں کھا کھا کے حلف لے لے کر
ظالموں نے ہے دغا دی ہے نا

جب نہ ہو نام و نمود و شہرت
وہ مثالی رہی شادی ہے نا

طور پر جلوہ دکھانے کے لئے
آپ ہی نے تو صدا دی ہے نا



خراج عقیدت بہ عظمت عبدالقیوم

جلسۂ تعزیت در محفل خواتین مئی ۱۹۸۸ء

تو پیکرِ اخلاص تھی، تو محوِ ترنم
دل میں غمِ دوراں لئے ہونٹوں پہ تبسم
دلکش بھی دلآویز بھی تھا تیرا تکلم
اے عظمتِ قیوم

شائستگی گفتار میں ہر بات میں نرمی
یک گونہ متانت لئے نغمات میں نرمی
سنجیدہ طبیعت تھی ملاقات میں نرمی
اے عظمتِ قیوم

دل بھی ترا چہرہ کی طرح ماہ جبیں تھا
آئینۂ اخلاص تھا ہر دل سے قریں تھا
کردار بھی پاکیزہ، تفکر بھی حسیں تھا
اے عظمتِ قیوم

فن کار خواتین کی شعراء کو ابھارا
کی حوصلہ افزائی، دیا ان کو سہارا
جوہر بھی جو ان میں تھا چھپا اسکو نکھارا
اے عظمتِ قیوم

تو نے ہی خواتین کی محفل کو سجایا
ہر وادیٔ افکار کو گلزار بنایا
یہ باغ ہمیشہ رہے سرسبز خدایا
اے عظمتِ قیوم

فن کار گزر جاتے ہیں فن رہتا ہے زندہ
گو آنکھ سے اوجھل ہوئی ہے دل میں اجالا
تا حشر چمکتا ہی رہے تیرا ستارا
اے عظمتِ قیوم

—•—

خراجِ عقیدت

منیزہ کاؤس جی کی یاد میں

منیزہ کم سخن تھی کتنی تو کتنی تھی سنجیدہ
ترے اوصاف کے اخلاق کے ہم سب تھے گرویدہ
ترا طرزِ تخاطب کتنا دلکش کتنا پیارا تھا
تری آنکھوں میں جادو تھا ترا انداز نیارا تھا
جہانِ رنگ و بو تیرے تکلم سے معطر تھا
ترے لہجہ کی تابانی سے اک عالم منور تھا
تکلم میں ترے پوشیدہ اک گونہ ترنم بھی
مجسم تھا گویا بالائے ستم تیرا تبسم بھی
صداقت سادگی مہر و محبت تیرے زیور تھے
خلوص و آشتی یکتا کے مظہر تیرے تیور تھے
ترے ساتھی ترے شاگرد سب کتنے شائستہ
تری صورت کے شیدائی تری سیرت کے گرویدہ
جو تھی اردو تری ہمدم پسندیدہ زباں تیری
زبانِ فارسی میں بھی لیاقت تھی عیاں تیری

خراجِ عقیدت

نایاب سلطانہ

(شاعرہ)

محفل کی ایک شاعرہ اہلِ ادب کی جان
اُردو زبان کی آن تھی اُردو زبان کی شان

نایاب جس کا نام تھا نایاب ہو گئی
وہ اپنی زندگانی سے سیراب ہو گئی

دُنیا میں کس کا نقش رہا کس کا ہے نشان
باقی رہے گی اک فقط اللہ ہی کی شان

روڈا مستری صاحبہ

(سوشل ویلفیئر کالج کا نام روڈا مستری کالج موسوم)

سوشل ویلفیر کالج ہو گیا موسوم اب
محترم ذی شان روڈا مستری کے نام سے

خدمت مخلوق ہی ہر دم رہا ان کا شعار
یہ بتائی اس سے پہلے بات میں نے بار بار

ہو مبارک تم کو روڈا مستری اعزاز یہ
ایسے ہی اعزاز تم پاتی رہو با کر و فر

خدمت مخلوق ہرگز رائیگاں جاتی نہیں
کوئی بھی نیکی مقابل اس کے آسکتی نہیں

میری جانب سے قبول خاطر دل شاد ہو
پھول کی لڑیاں دعاؤں کی تمناؤں کے ہار

●

نذرِ قرۃ العین حیدر

علم و دانش کی جوئے رواں
حسنِ فطرت کی وہ رازداں
قرۃ العین حیدر تو ہے
قرۃ العین اردو زباں

●

نازِ حیدر

نازِ محفل کو ہے دو نازوں پر
ان کی پُر کیف سی آوازوں پر
ایک ہے نازِ نیازؔ ایک ہے نازِ حیدر
شاعری ان کی ہے پُرکارانہ، بڑی قابلِ قدر
رہیں قائم یہ سدا نازشِ محفل بن کر
بس تمنا ہے یہی ہے یہ دعائے نقر

●

تہنیت

قادری بیگم صاحبہ
سابق پرنسپل ویمنس کالج

قادری بیگم ادیبہ قدردانِ علم و فن
جان ہیں اُردو زباں کی آن بانِ فکر و فن
آپ ہیں اُردو زباں کی زلف و گیسو کی اسیر
شاہدِ اُردو کی یہ دلدادہ ہیں اور روشن ضمیر
ہے ادب کی محفلوں سے آپ کی وابستگی
آپ کی اُردو زباں سے اتنی ہے وارفتگی
جب رہیں ویمنس کالج کی پرنسپل یا اثر
لڑکیوں کی تربیت پر بھی رہی ان کی نظر
تھا انھیں تعلیم کا بھی تربیت کا بھی خیال
ہے یہی اُستاد کی خوبی بفضل ذوالجلال
آج سائینس نے ترقی اس قدر کرلی مگر
ذہن میں تاریکیاں ہیں کارفرما سر بسر
جب نہ ہو اس پر عمل تو علم سے کیا فائدہ
چارپایوں پر کتابیں لاد دیں کیا فائدہ
ہے ادیبہ بھی مفکر بھی ہیں اور فنکار بھی
محفلِ شعر و ادب کی جان ہیں شہکار بھی

مشہور ناول نگار و افسانہ نگار

جیلانی بانو

ہیں خواتینِ دکن سب باوقار
مادرِ اُردو کی ہیں خدمت گذار
اِن میں ہیں جیلانی بانو انتخاب
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
دخترِ حیرت بدایونی ہیں آپ
اور انور کی حسین رانی ہیں آپ
ذوقِ علمی جبکہ ورثہ نے دیا
طبعِ جیلانی نے پائی ہے جلا
یہ ادیبہ شہرۂ آفاق ہے
لفظ کی جادوگری میں طاق ہے
گلشنِ اُردو کی ہے یہ باغباں
قصرِ تہذیبِ دکن کی ہے پاسباں
بانوئے خستہ کی ہے بس یہ دُعا
ایسے اعزازات یہ پائیں سدا

●

تہنیت بر موجِ صبا کلامِ بلاغت

عزیز النساء صبا

"موجِ صبا" سے ایک نئی زندگی ملی
بے جاں بصارتوں کو بھی اک روشنی ملی
"موجِ صبا" کی مشک فشانی سے دفعتاً
پیری میں بھی شباب کی سی تازگی ملی
ایک اک لفظ دل میں اترتا چلا گیا
افسردہ دل کی کھل گئی یکبارگی کلی
ہر اک غزل ہے سانچہ میں گویا ڈھلی ہوئی
اعمال کا مدار بھی تو نیتوں پہ ہے
یہ ہے صبا کے قلبِ منور کی روشنی
گویا انگوٹھیوں میں نگینے جڑے ہوئے
ایک اک نگینہ بے بہا انمول و قیمتی
بکھرے ہوئے لطیف منزہ تخیلات
موجِ صبا ہے عالمِ انوار کی پری

سیدہ مہر کے متعلق

(دورانِ قیام اورنگ آباد)



سیدہ مہر ہیں وحید کے شہر میں
اُن کا جی لگ گیا وحید کے شہر میں
ان کے نغموں کی جب میں نے تعریف کی
کتنے دلکش ہیں کہتے ہیں وحید آفریں

ہنس کے کہنے لگیں فخر سے ناز سے
میں نے لکھے ہیں یہ وحید کے شہر میں
وحید حق کا سکندر علی نام تھا
اور کلام اُن کا فطرت کا پیغام تھا
مہر کی اک جگر گوشہ نورِ نظر
ہو گئی کالج کی اک معتبر لیکچرر
ہے یہ کالج بھی تو وحید کے شہر میں



سیدہ مہر کی نظم

برسات سے متاثر ہو کر

برسات میں گو مہر نظر آتا ہے کم کم
پر مہر نے اس پر لکھی کیا خوب ہی اک نظم
بارش کی فضاؤں میں ہواؤں کا ترنم
کیا کیا دل عشاق کو تڑپاتا ہے پیہم
برسات میں لگتی ہے مسلسل جو جھڑی سی
وہ تو مرے اشکوں کی جھڑی سے بھی ہے کم کم
برسات میں سردی کبھی بڑھ جاتی ہے جس دم
بادل کا دوشالہ ہی تو بن جاتا ہے ہمدم
جنگل میں خوشی سے وہ مناتا ہوا منگل
ہے رقص میں طاؤس بڑے شوق سے ہر دم
پاؤں پہ یکایک جو نظر پڑتی ہے اس کی
ہوتا ہے خجل دل نہیں رہتے ہیں قائم

کیچڑ میں کوئی گرتا سنبھل جاتا ہے کوئی
ایسے میں کوئی بھی نظر آتا نہیں ہمدم
سب ہنستے ہیں گرتے پہ اٹھاتا نہیں کوئی
اس کا یہ عجب ہوتا ہے مایوسی کا عالم
باغوں میں ہیں جھولے کہیں پکنک کے مزے ہیں
رندوں کے لئے پینے پلانے کا ہے موسم
قدرت کے ہیں بس چاروں طرف جلوے ہی جلوے
سرسبزی و شادابیٔ اشجار کا موسم
برسات میں یاد آتا ہے غالب کا مکاں بھی
کہنے یہ بھی بارش کے برستا تھا جو پیہم
کیا کیفیتیں اس کی بیاں ہو سکے یا تو
دل کش بھی، دل آزار بھی، برسات کا موسم

—— ✻ ——

پیرا جرائی روشنی (مجموعۂ کلام)

از مظفر النساء ناز

یہ محفل ہے خواتینِ دکن کی
ادب کی شعر کی فکر و سخن کی
یہ عظمت کی ہے باعظمت نشانی
رہے گی اس کی عظمت جاودانی
ہیں سلطانہ، صبا و تاج اور ناز
یہی اربع عناصر جانِ محفل
حسیب محفلِ شعر و ادب ہے
یہ گویا فکر و فن کی اک ضیاء ہے
جو ہیں فنکار اس محفل کے سارے
ادب کے آسمان پر چاند تارے
ہے تخلیقی سفر محفل کا جاری
ہے تاجِ تبزرو یادِ بہاری
ہمیشہ یہ رہے محفل شگفتہ
دعا کرتی ہے اب یا نوئے خستہ

تہنیت بر آبِ حیات از صغرا مہر

(مبارکباد بہ خلوصِ قلب)

"آبِ حیات" واقعی آبِ حیات ہے
جس کی ہر ایک بوند میں قند و نبات ہے
اردو زباں کی شاعری جادوئے سامری
ہر بول جس کا نغمۂ سازِ حیات ہے
غالب ہو میر، مصحفی، سودا، ولی و داغ
اقبال ان سبھوں میں جمیل الصفات ہے
اقبال کا کلام ہے خسرو و پیمبری
اللہ کا یہ مظہرِ ذات و صفات ہے
آزاد نے لکھا تھا جو شعراء کا تذکرہ
وہ اسم با مسمیٰ ہے آبِ حیات ہے
ماہر نے ماہرانہ تدبر سے فکر سے
بچوں کے واسطے لکھی آبِ حیات ہے

جس کی زبان سادہ ہے انداز دل نشیں
اردو ادب کی جان یہ آبِ حیات ہے
محتاجِ رہنمائی ہے معصوم سا شعور
وہ جانتی ہیں بچوں کی جو نفسیات ہے
یہ محفلیں ادب کی یہ اجرائی کتب
جن سے زبانِ اردو بقیدِ حیات ہے
ماہر بنے محافلِ شعر و ادب کی جان
یانو دُعا یہ نذرِ سشر کائینات ہے

※

چند تاثرات بر عابدہ محبوب

عابدہ محبوب میری دوست ہیں
رہ چکی ہیں یہ میری شاگرد بھی
اہلیت ان کی ہے ایم اے بی ایڈ
ان کا علمی ذوق ہے نکھرا ہوا
ان کے مضمون میں مزاح کی چاشنی
یوں گھلی ہوتی ہے جوں شیر و شکر
یہ مصنف بھی ہیں اور مضموں نگار
دو کتابیں ان کی شائع ہو چکیں
یہ بڑی ہمدرد ہیں اعلیٰ صفات
خوبیاں کیا ہو سکیں ان کی بیاں
میری بے ہنگم تھی ساری شاعری
دیدہ ریزی سے اسے یک جا کیا
ان کی میں ممنون ہوں مشکور ہوں
ہو سکے کیا ان کے احساں کا بدل
ہے یہی بانوئے خستہ کی دعا
ان کا بڑھتا ہی رہے ذوق ادب
یہ رہیں با صحت و با عافیت
خدمتِ اردو زباں کرتی رہیں

"تبرنگ" کی محفلِ شعروسخن میں سلطانہ شرف الدین صاحبہ کی نظم "سرگوشیاں" سُن کر

•

محفلِ تبرنگ کی سرگرمیاں اچھی لگیں
اُس میں اپنے دوست کی "سرگوشیاں" اچھی لگیں
دوست یہ سلطانہ شرف الدین جن کا نام ہے
فکرو فن میں اُن کی یہ سرشاریاں اچھی لگیں
دامنِ جمہوریت میں قائدینِ قوم کو
وعدۂ فردا کی ٹھنڈی گرمیاں اچھی لگیں
عارضِ گلگوں کو ان کے چومتی تھی بار بار
ان کے کانوں میں سنہری بالیاں اچھی لگیں
آج ہر بیٹی کی پیدائش پہ نالاں ہے سماج
دین کے سردار کو تو بیٹیاں اچھی لگیں
واقعہ ہے ایک جمہوری کی پرانی رسم میں
کہتے ہیں تو بہنوں کی سالیاں اچھی لگیں

محفلِ شعر و سخن میں سامعین کی داد پر
صرف اہلِ ذوق ہی کی تالیاں اچھی لگیں

باعثِ تسکیں نہیں ہے انجمن آرائیاں
ان کی یادوں کی حسیں تنہائیاں اچھی لگیں

دوست کی سرگوشیوں کی آڑ میں
یا الٰہ تیری شوخیاں اچھی لگیں

تہنیت براجرائی پھول غزل کے

(فاطمہ تاج)

فاطمہ تاج ہے اک تاجِ ادب، تاجِ سخن
جس پہ مسرور ہیں نازاں ہیں خواتینِ دکن

یہ ادیبہ بھی ہے، شاعر بھی ہے، فنکار بھی ہے
اس کے افکار میں پائل کی سی جھنکار بھی ہے

کیا شگفتہ ہے نثر و تازہ ہے اندازِ بیاں
مئے افکار سے مخمور ہیں سب پیر و جواں

"آس پاس" اب کے برس اور وہ خوشبوئے غزل
اک "امانت" بھی ہمیں "سوتی" دلا سا بھی دیا

حوصلہ دیکھئے کہ تاج نے ناول بھی لکھی
ان کے شہ پاروں میں کچھ زیرِ طباعت ہیں ابھی

تاج نے "پھول غزل کے" جو بکھیرے ہر سو
شاہدِ شعر و سخن کے مہک اُٹھے گیسو

ایک اک پھول غزل کا ہے گلستانِ سخن
ہوا سرسبز و تر و تازہ چمنستانِ سخن

تاج خود ہی ہے غزل اور غزالِ رعنا
تاجدارِ ادب و شعر ہے سب نے جانا

یہ دعا بانوئے خستہ کی ہے اے ربِّ جلیل
تاج کے نورِ نوا افکار کی ہو عمر طویل



تہنیتی قطعہ برائے

عزیز النساء صبا

صبا نے "موجِ صبا" پہ جو پایا ہے انعام
یہ ان کی فکرِ رسا پر ہے اولین اقدام
یوں ہی نکھرتا رہے ان کا ذوقِ شعر و سخن
بفضلِ ایزدی پاتی رہیں سبھی انعام

برائے **سیدہ مہر** نیرنگ پروگرام میں حرفِ تابندہ سن کر

مہرِ تاباں کا حرفِ تابندہ
زخمِ دل ہو گیا ہے تر و تازہ
ایسے انمول مشوروں کو کاش
کان دھر کے سنے کوئی بندہ

برائے **قمر جمالی** ریڈیو پر مضمون "ترقی پسند تحریکیں" سن کر

پھر وہی آوازِ دلکش جس سے تھے کان آشنا
گوشِ تشنہ کام میں رس گھولنے پائی گئی
غنچۂ دل کھِل گیا مہکی مشامِ جاں بھی
روح پہ احساس پر بے ساختہ چھائی گئی

براجمانی سبوچہ

از . قمر جمالی

خم ہے غالب کے لئے ہم کو سبوچہ ہی سہی
یہ چمن میں ادب و علم کا غنچہ ہی سہی
غنچے کھلتے ہیں مہک اٹھتا ہے سارا گلشن
ادب و شعر کی دنیا کا نرالا گلشن
الف لیلیٰ کی طرح قصے تھے پہلے مرغوب
اور ناول بھی تھے مقبول و پسندیدہ خوب
داستانوں کو بھی لکھنے کی بہت فرصت تھی
پڑھنے والوں کو بھی پڑھنے کی بہت فرصت تھی

اور دنیا بھی اک افسانہ بنی ہے اب تو
انس و مہر سے بیگانہ بنی ہے اب تو
اب تو افسانے ہیں دنیائے ادب کی زینت
ناولوں سے بھی سوا ان کی ہے قدر و قیمت
اس سبوچہ میں قمر نے بڑی دانائی سے
خم کے خم گویا لنڈھائے بڑی فن کاری سے

براجرائی رہگذارِ سخن از اطہری فضا

کلام اطہری کی آج اجرائی جو ہوئے پائی
فضائے شاعری میں اک نئی آواز لہرائی
وہ خود بھی اطہری ہیں اور مطہر ہے کلام اُن کا
اُبھرتی شاعراتِ خوش نوا میں ہے مقام اُن کا
سُناتی ہیں غزل تو جذبۂ دل میں لہلہاتی ہیں
مگر وہ سننے والوں کو بھی لے کر ڈوب جاتی ہیں
ہے اندازِ ترنم ان کا پیارا اور بہت نیارا
اسی سے ان کے جذبِ شوق کو ملتا ہے اجیارا
تلمذ کا شرف حاصل ہے استادِ جلیلی سے
ملا ہے سلسلہ جس کا فصاحت کی روانی سے
فضا کی شاعری یک دن فضاؤں میں جو گونجے گی
سخن سنجانِ اہلِ دل کو یہ یک لخت چھولے گی
سخن کی رہگذاروں پر فضا چلتی رہے یوں ہی
بہارِ نو تو افکارِ تر و تازہ لئے یوں ہی
خصوصیت ہماری محفلِ شعر و ادب کی ہے
کشش ہیں جاذبیت اس میں یک گونہ غضب کی ہے

تاثراتِ لطیف

شاگردِ عزیز شاہانہ غوث

ہر ایک ایجاد میں عُمرِ خدا کی ذات ہوتی ہے
ہزاروں میل سے بھی اب ہوا برسات ہوتی ہے

بڑے اخلاق سے پھر و محبت سے، عقیدت سے
سلامِ شوق ملتا ہے قدمبوسی بھی ہوتی ہے

کہاں ان کے لبِ نازک کہاں یہ ہائے بے ہنگم
مگر فرطِ محبت سے پذیرائی بھی ہوتی ہے

تصور ہی تصور میں دلِ ناداں کی تسکیں کو
بہت ہی گرم جوشی سے ہم آغوشی بھی ہوتی ہے

مگر اپنی جگہ رہتی ہے قائم تشنہ کامی بھی
طلب اور تشنگی ہی زندگی کی جان ہوتی ہے



اظہارِ مسرت و تشکر شاگرد عزیزہ

عزیزہ محبوب

دانہ دانہ پر لکھا ہوتا ہے نام
رازقِ مطلق کی جانب سے مدام

ایک تلمیذہ کے رزقِ خاص پر
لکھ دیا کاتب نے بانو کا بھی نام

برکتیں ہوں عمر اور اقبال میں
فیض ہو ان کا برائے خاص و عام

کس طرح ہو شکر ربِ کائنات
مستند ہے شیخ سعدیؒ کا کلام

●

عریضہ محبوب کے لئے

●

اک عید کا گلدستہ ملا دل ہوا مسرور
خوش رنگ ہے خوشبو ہے محبت سے ہے معمور
جو چیز ہیں ، ناچیز سمجھتے ہیں وہ خود کو
کردار مثالی ، کبھی ہوتے نہیں مغرور

افضل عنایت خاتون

●

سالِ نو کی جو یہ افضل نے سجائی محفل
تشنگانِ ادب و شعر کو بھائی محفل
یوں ہی ہر سال سجائی رہیں ایسی محفل
ہم رہیں یا نہ رہیں جاری رہے گی محفل

●

خواتینِ دکن

فنِ شعر و ادب، فکرِ سخن میں
خواتینِ دکن کچھ کم نہیں ہیں
نہیں ہیں عظمتِ قیوم ہم میں
مگر محفل کی عظمت کم نہیں ہے
ہے سلطانہ کو شرفِ صدرِ محفل
یہ ہر عنوان ہیں یہ بادلِ محفل
لڑکپن سے زمانِ کم سنی سے
رہا ہے ربط ان کا شاعری سے
"محفل" میں دیا کرتی نہیں نظمیں
کبھی مضمون کبھی دلچسپ غزلیں
رہیں جو فاطمہ عالم علی خاں
معزز معتمد ذی علم، ذی شاں
صبا و ناز اور تاج سخن ور
ہیں محفل کے بڑے سرگرم ممبر

صبا محفل کی اب جو معتمد ہیں
یہ شعرائے دکن میں مستند ہیں
صبا کے خوشگوار و بزم جو تھے
مگر فکر سخن کے گرم جو تھے
کہ جن سے غنچۂ نو کھل رہے ہیں
خزاں کے خشک پتے ہل رہے ہیں
جو ہیں فن کار اس محفل کے سارے
ادب کے آسماں پر چاند تارے
سجاتی ہے ان ہی کی فکر پیہم
نگارِ شاعری کی زلف برہم
خوش اخلاقی بھی اخلاص و محبت
ہے محفل کی یہ شائستہ روایت
ہے اتحاد میں طاقت بھی قوت
نہیں ہے اس سے بڑھ کر کوئی دولت
کئی برسوں سے یہ محفل ہے قائم
الٰہی یہ رہے سرسبز و دائم
ملے درجہ اسے اعلیٰ سے اعلیٰ
کہ ہے اردو زباں کا بول بالا

بنام مہمانانِ ذی شان

[سُلطانہ، سلیم، تاج اور صبا]

آئے گھر میرے محبانِ عزیز
برق سی اک جگمگا کر رہ گئی

کرسکی افسوس کچھ خاطر نہ میں
بس خوشی سے بوکھلا کر رہ گئی

خوش نصیبی تھی، یہ حُسنِ اتفاق
جان میں جان آئی آکر رہ گئی

چند لمحوں کے لئے کچھ دیر تک
زندگانی مُسکرا کر رہ گئی

خوش کلامی ان کی سُن پائی نہ میں
بات میں اپنی سُنا کر رہ گئی

اب بہت پچھتا رہی ہوں بھول پر
اک خلش سی دل پہ چھا کر رہ گئی

حالاتِ حاضرہ

کیا اسی کا نام ہے جمہوریت اے دوستو
دن کو آفت، رات کو اختر شماری ہائے ہائے
ہر کلی افسردہ، ہر اک پھول مرجھایا ہوا
کیسی نکبت کی گھٹا گلشن پہ چھائی ہائے ہائے
ایک مٹی سے بنے ہیں ایک ہی ہے رنگ و خون
پھر بھی خون آشامیاں، خونخواریاں سی ہائے ہائے
قوم اور ملت کے جھگڑے آئے دن ہونے لگے
اب رواداری ہوئی رخصت ہماری ہائے ہائے
وہ زمانہ کیا ہوا، ہمدردیاں وہ کیا ہوئیں
مسلم و ہندو بہم تھے بھائی بھائی ہائے ہائے
کتنے پانی میں ہے "ووٹر" دیکھتا کوئی نہیں
ہے فقط جمہوریت مردم شماری ہائے ہائے
یہ کرپشن کی وبا، اور زر پرستی کا جنون
ان دنوں گرباں ہے اس سے قوم ساری ہائے ہائے
رہنمائے قوم کو بالتو ہے اب فرصت کہاں
کیا کریں مخلوق کی خدمت گزاری ہائے ہائے

نہیں دیکھی جاتی

امن کا دور تھا شاہانِ سلف کا کیسا
آج طاغوتی حکومت نہیں دیکھی جاتی

نقد کتنی ہے رقم، مالِ غنیمت کتنا
لڑکی والوں کی شرافت نہیں دیکھی جاتی

آئے دن جلنے جلانے کے ہیں قصے دل سوز
زر پرستوں کی شقاوت نہیں دیکھی جاتی

جس میں ہو مدِّ نظر اپنا مفادِ ذاتی
ایسی خودغرض قیادت نہیں دیکھی جاتی

کام اچھا کہ بُرا ایک ہیں نکل جاتا ہے
یہ کرپشن کی کرامت نہیں دیکھی جاتی

بے جا اسراف فقط نام کی شہرت کے لئے
اہلِ زر کی یہ حماقت نہیں دیکھی جاتی

اعلیٰ ڈگری ہو تو پھر مانگ بھی ارفع اعلیٰ
سائلوں کی یہ سیاست نہیں دیکھی جاتی

جس میں دو شریں کی گنتی ہے بقولِ اقبالؔ
ان میں کتنی ہے فراست نہیں دیکھی جاتی

آج کرسی پہ جو ہیں کل وہ حوالات میں ہیں
روز کی تازہ سیاست نہیں دیکھی جاتی

کھول کر غیر ممالک میں ہزاروں کھاتے
کہتے ہیں ملک کی غربت نہیں دیکھی جاتی

اک نہ اک دن تو سنبھل جائیگی دنیا یا تو
رحمتِ حق سے یہ حالت نہیں دیکھی جاتی

بر وفات سیّد لطیف الدّین قادری ایڈیٹر رہنمائے دکن

تاریخ وفات : ۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء دہلی
تدفین : ۲۱ جنوری ۱۹۸۴ء بہ درگاہ حضرت موسیٰ قادری

نذرِ عقیدت

لطیف سوئے جناں بالطافت رُوحش
ز دارِ فانی بہ دارالبقائے یزداں رفت
گذشت گریہ کناں ساکنان عالم را
بہ بہشت عمل مطمئن و خنداں رفت

بھائی محمود علی خاں

(مقیم کراچی پاکستان کی آواز فون پر سن کر)

جب فون پر یک لخت سُنی بھائی کی آواز
دل فرطِ مسرت سے اُٹھا جھوم بصد ناز
محمود کون ! آپ نے پہچانا یا نہیں
خلفِ رشید محبوب و منصور کے جو ہیں
بہنوں کے دوستوں کے رفیق و شفیق ہیں
یہ اسم بامسمیٰ ہیں بے حد خلیق ہیں
ماشاءاللہ ہیں بہنوں میں یہ ایک ہی تو بھائی

ماہرِ امراضِ قلب ڈاکٹر سدھیر نائک کے نام

تاثراتِ لطیف

خوش اخلاقی و سنجیدہ تبسم، نرم گفتاری
شرافت، منکسری، شائستگی انسانی ہمدردی
یہ سب اوصاف پائے جاتے ہیں سدھیر نائک میں
یہ ہیں قدرت کا شہکارِ حسین، صورت میں سیرت میں
خوش اخلاقی معالج کی مریضوں کے لئے ٹانک
یہ ٹانک مفت ہی تقسیم کرتے ہیں سدھیر نائک
الٰہی عمر میں اقبال میں ان کے ترقی ہو
مریضوں کے لئے ان کا عمل وجہِ تسلی ہو

وقار بھائی

کے لئے مظفّر بھول جانے پر



صفیہ کی فون پہ سُنی آوازِ دل کُشا
"چھوٹے حضرت" کا لفظ سماعت کو چھو گیا
کتنی مٹھاس بول میں تھی کتنا پیار تھا
دل میرا جانتا ہے کہ کتنا خلوص تھا
بھائی سے پھر دوبارہ ملاقات ہو گئی
جی خوش ہوا، وقار، بہن کا بھی بڑھ گیا
مظفر کی بھول بھی یہ بڑے کام کی تھی چیز
جس نے یہ "بازدید" کا موقع ہمیں دیا
غالب کا قول یاد ہمیں آگیا ہے آج
"تقریب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے"

لقمانؑ کی نصیحتیں بیٹے کے نام

یہ سب سے پہلی نصیحت ہے یاد رکھنا اسے
خدا کی ذات میں شرکت کبھی کسی کی نہ ہو
ہر اک گناہ کو اللہ معاف کر دے گا
معاف ہو نہیں سکتا گناہِ شرک کبھی
نہ دوڑ کر چلو بھائی، نہ سست ہو رفتار
میانہ چال ہے بہتر، اسی میں عزّ و وقار
یہ اک حدیث ہے خیر الامورِ اوسطہا
ہر ایک کام میں ملحوظ ہو میانہ روی
کبھی بلند صدا ہو نہ بات کرنے میں
ہمیشہ نرمی و شائستگی رہے ملحوظ
ہے فرضِ اولیں ماں باپ کی اطاعت بھی
مگر نہ شرک میں ان کی کوئی اطاعت ہو
خلوصِ قلب سے اخلاق سے ہر اک سے ملو
نہ اس میں بغض ہو شامل نہ کینہ پردازی

ہنسی کسی کی اڑاؤ نہ بات کرنے میں
نہ عیب جوئی اشارہ سے بھی کسی کی ہو
مصیبتوں پہ سدا ہے صبر و شکر لازم ہے
یہی اطاعتِ حق ہے، خدا کی خوشنودی

نصیحتیں یہ ہیں لقمان کی سبھی کے لئے
قرآن منبعِ فیضان ہے سبھی کے لئے



ایک دوست کا خط ملنے پر

بعد اک زمانہ اُن کی تحریر نظر آئی
ظلمت کدۂ دل میں تنویر نظر آئی
ہر نقشِ کہن اُبھرا، جذبات نے کروٹ لی
معصوم کسی ہیولیٰ سی تصویر نظر آئی

●

دیپاولی

آج خوشیوں کا دَر ہے وا ہو گیا
آ گئی تازگی دل کا غنچہ کھلا

یک بیک آرزوؤں کی دنیا لیے
جاگ اٹھیں رنگتیں چشمِ بینا لیے

دل ملے، ہو گئیں ظلمتیں بر طرف
جگمگانے لگے دیپ چاروں طرف

یہ دعا ہے کہ اے مالکِ دو جہاں
ہو کرم سے سدا تیرے امن و اماں

اب یوں ہی دیپ اُلفت کے جلتے رہیں
اور ہم سیدھی راہوں پہ چلتے رہیں

پالتو بلی شانتی کی موت پر

مری شانتی تو میری جان تھی
مری جان تھی تو مری آن تھی
جو میں گھر کو آتی کہیں سے کبھی
خوشی سے تو آتی سدا دوڑتی
مرے پاؤں پہ لوٹ جاتی تھی تو
مرے پیار کی گویا پیاسی تھی تو
کبھی ایک لمحہ نہ ہوتی جدا
مرا سایہ بن کر رہی تو سدا
مری جان لیوا جو تنہائی تھی
تجھ ہی سے مری بس شناسائی تھی
کبھی ہاتھ پہ سر جھکاتی تھی تو
کبھی پاؤں پر لیٹ جاتی تھی تو

کبھی کوئی برتن گراتی نہ تھی
گر اگر کوئی چیز کھاتی نہ تھی
کھلاتی تھی میں ہاتھ سے خود تجھے
بڑے شوق سے تیرا برتن لیے

•

حادثے

انفرادی قتل و خوں جب بڑھ گیا
اجتماعی حادثے ہونے لگے
آدمی جب خون کا پیاسا ہوا
وحشیانہ معرکے ہونے لگے
جب دلوں میں نفرتیں بڑھنے لگیں
درمیاں میں فاصلے ہونے لگے

آرائشِ دُنیا کے ہیں سامان بہت
ہر لحظہ نئی خواہشیں، ارمان بہت
ہے دَورِ ترقی میں میسّر ہر چیز
کیا یہ بھی سُنا ہے کہ ہیں انسان بہت

•

دُنیا بنی، ہر عیش کا سامان بنا
ہر مرض کا، ہر درد کا درمان بنا
تخلیق کو آدم کی ہیں صدیاں گزریں
اب تک نہ مگر آدمی انسان بنا

•

آدم ہوئے بدنام بنی آدم سے
کیا کیا نہ ہوئے کام، بنی آدم سے
اُس ظلم و تشدد سے اماں مانگتا ہے
شیطان بھی ہر گام، بنی آدم سے

•

کچھ لوگ تمنائے زر و مال میں خوش ہیں
کچھ لوگ تماشائے خد و خال میں خوش ہیں
دنیا میں یہی لوگ نظر آتے ہیں بدحال
خوش حال ہیں وہ لوگ جو ہر حال میں خوش ہیں

•

چاہا تھا کہ ہر ایک کے کام آؤں میں
ہر شخص کے دکھ درد کو اپناؤں میں
افسوس کہ کچھ کر نہ سکی دنیا میں
مالک مرے کیا منہ تجھے دکھلاؤں میں

•

روتی ہوئی میں آئی تھی دنیا میں تری
ہنستی ہوئی جاؤں یہ تمنا ہے میری
ہنستے تھے سبھی لوگ مرے رونے پر
اب ان کو رلاؤں یہ تمنا ہے میری

دنیا میں ہر اک کام تو آسان ہوا
اب تک نہ مگر آدمی انسان ہوا
بڑھتی ہی چلی علم سے آشفتہ سری
انساں نہ بنا آدمی شیطان ہوا



دولت کے پجاری ہیں بہت دنیا میں
شہرت کے بھکاری ہیں بہت دنیا میں
پیسے کے لئے جان لیں اور جان بھی دیں
شیطاں کے حواری ہیں بہت دنیا میں



ماضی کی روایات کا دل شاد رہا
جو درد تھا رشتوں کا وہ آباد رہا
تعلیم بھی پائی تو وہی ساس رہی
داماد کو الٹا بھی تو داماد رہا



ہر شخص پریشان نظر آتا ہے
حالات پہ حیران نظر آتا ہے
انسانیت کا نام نہیں انساں میں
ظاہر میں وہ انسان نظر آتا ہے



اخبار کے پڑھنے سے لرز جاتا ہے دل
حالات کے ہنگاموں سے گھبراتا ہے دل
بم کے ہیں دھماکے، کہیں قتل و خوں ہے
اس "احسنِ تقویم" سے شرماتا ہے دل



جو لوگ اخوت کو مٹا دیتے ہیں
تخریب کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں
انسان انھیں سمجھے کوئی کیونکر جو
تہذیب کے خرمن کو جلا دیتے ہیں



تدبیر کا چارہ بھی بہت کافی ہے
تنکے کا سہارا بھی بہت کافی ہے
ناداں کو سمجھانے سے کیا حاصل
عاقل کو اشارہ ہی بہت کافی ہے



ہر روز ہی قتل و خوں اللہ اللہ
یہ دَور بھی کیا دَور ہے اللہ کی پناہ
جمہوریت کا یہ جنوں اللہ اللہ
لاحول ولا قوۃ اِلاّ باللہ



بھول جانے کی جو ٹھہری تو نشانی کیسی
کوئی افسانہ کہاں، کوئی کہانی کیسی
جب نہیں کاتبِ تقدیر سے شکوہ کوئی
پھر یہ فریاد، یہ آشفتہ بیانی کیسی



•

نہ تھا پالتو بس کوئی فن نہ کوئی شخصیت اس کی
مگر ارباب فن ثابت ہوئے ہیں دیدہ ور ایسے
صفی کا قول صدفی صد یہ صادق آ گیا جن پر
بنانے والے آئینہ بنا لیتے ہیں پتھر سے

•

کہا تھا داغ نے ہندوستاں میں
بہت ہی دھوم ہے اردو زباں کی
اگر وہ آج ہوتے تو یہ کہتے
جہاں میں دھوم ہے اردو زباں کی

•

ہر صبح کہیں لاش پڑی ملتی ہے
ہر شام کوئی فتنہ کھڑا ہوتا ہے
جو "احسن تقویم" پہ انسان بنا
اب "اسفل سافلیں" میں گرا ملتا ہے

•

●

بانو کو اس کا غم نہیں گر دنیا نہیں ملی
شکرِ خدا کہ دولتِ ایمان مل گئی
اس کی خدا شناسی میں کچھ شک نہیں رہا
جس آدمی کو نفس کی پہچان مل گئی
کیا اور چاہیئے اسے سرمایۂ حیات
جب سرزمینِ سرورِ ذی شان مل گئی
خوش بخت ہے وہ ذکرِ خدا اور رسول کی
توفیق جس کو ہر گھڑی ہر آن مل گئی

●

نشاطِ شعر و سخن اور ذوقِ علم و ادب
یہ تشنگی تو بڑی دلکشا لگے ہے مجھے
بسے ہے دل یہ شعر و سخن کی محفل میں
شگوفہ کاریِ بادِ صبا لگے ہے مجھے
نہ جانے حشر میں کیا ہو سوا خندہ بانو
یہ زندگی بھی یہاں اک سزا لگے ہے مجھے

●



جو اپنے علم سے پہونچا فلک تک انسان
زمیں پہ اپنے مسائل نہ کر سکا آسان
ہے روز افزوں یہاں علم کی فراوانی
مگر عمل کا پتہ ہے نہ آگہی کا نشان
ہے گویا ایسی ترقی، ترقی معکوس
چلا ہے دورِ جہالت کی سمت ہر انسان



دل میرا پہلے تو اُس نے لے لیا
پھر کہا ہنس کر یہ کس کام کا
سچ کہا، ٹوٹا ہوا، چھوٹا ہوا
یہ دلِ ناکارہ ہے کس کام کا



کوئی عُقدہ نہیں ایسا جسے تم حل نہ کرو
دوستو وقت کا ضائع کبھی اک پل نہ کرو
آج تک کونسا وعدہ کیا تم نے پورا
کل کا وعدہ نہ کرو، چپ رہو کل کل نہ کرو